عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
# ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۴ | ۲۲تا۲۹شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۸تا۱۵اگست ۲۰۱۵ء | شمارہ:۳۰

## متمدن انسان غیر متمدن انسانیت

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر

## فتنۂ غامدیت اور فتنۂ قادیانیت

## مرزائی مغالطے

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

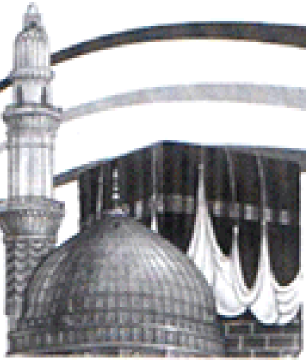

# آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

## تصویر کشی اور مجسمہ سازی

س:...... اگر ایسے کھلونے ہوں جو جاندار اشیاء کی شکل اور تصویر پر بنائے گئے ہوں، مثلاً گھوڑا، شیر، مرغ، بطخ، کبوتر وغیرہ اسی طرح گڑیا اور چھوٹا بچہ کا مجسمہ وغیرہ بنا کر کھلونے بنائے جاتے ہیں۔ کیا ان کی خرید وفروخت درست ہے؟ کیا اپنے چھوٹے بچوں کو ایسے کھلونے ان کی ضد کرنے پر خرید کر دیئے جاسکتے ہیں؟

ج:...... تصویر کشی اور مجسمہ سازی اسلام میں ممنوع ہے، اسی وجہ سے جاندار اشیاء کی تصویر اور مجسمہ بنانا بھی ناجائز ہے۔ جب یہ فعل ہی سرے سے ناجائز ہے تو ایسے کھلونوں کی خرید وفروخت کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانوروں اور پرندوں کی اشکال والے کھلونوں کی خرید وفروخت سے خود بھی بچے اور اپنے بچوں کو بھی بچائیں اور انہیں اس کی بُرائی اور آخرت کی ذلت ورسوائی سے آگاہ کر کے باز رکھا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اس سے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"فقال ابن عباسؓ لا احدثک الا ماسمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من صور صورۃ فان اللّٰہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابدا فربا الرجل ربوۃ شدیدۃ واصفر وجھہ فقال ویحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بھذا الشجر کل شیئی لیس فیہ روح۔"

(صحیح بخاری، ج:۱،ص:۲۹۶، باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح)

## کتے کی خرید وفروخت

س:...... کتے کی خرید وفروخت کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا شوقیہ کتے خریدنا بغیر کسی ضرورت کے جائز ہے؟

ج:...... کتے کی خرید وفروخت ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جائز فائدے اور نفع کی خاطر کتے کی خرید وفروخت کی اجازت دی ہے۔ مثلاً: شکار کے لئے، چوکیداری کے لئے یا گھر یا کھیتوں کی حفاظت کے لئے۔

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال رخص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید۔"

(المسند للامام اعظم، ص:۳۱۹، باب الرخصۃ فی ثمن کلب الصید)

باقی فیشن کے طور پر کتے پالنا اور ان کو گھروں میں رکھنا صحیح نہیں اور حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو رحمت کے فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

## قادیانی سے نکاح کی حیثیت

س:...... ایک مسلمان عورت کا نکاح لاعلمی میں ایک قادیانی سے ہو گیا یعنی نکاح کے وقت مرد نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی ہے، اس صورت میں یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

ج:...... قادیانی چونکہ مرتد اور زندیق ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے جس شخص کا قادیانی ہونا یقینی ہو، تو اس کے ساتھ کسی بھی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اور لاعلمی میں اور دھوکا سے کیا ہوا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔

ہفت روزہ

# ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ — ۲۲ تا ۲۹ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اگست ۲۰۱۵ء — شمارہ:۳۰

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

## اس شمارے میں!

| | | |
|---|---|---|
| حج کرنے والوں کے لئے ہدایات | ۴ | اداریہ |
| نبی اکرم ﷺ بحیثیت تاجر! | ۷ | مفتی محمد راشد ڈسکوی |
| سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم | ۱۲ | مولانا مفتی خالد محمود |
| متمدن انسان غیر متمدن انسانیت | ۱۵ | مولانا سید محمد واضح رشید حسنی |
| جاوید احمد غامدی... سیاق وسباق کے آئینہ میں:(۱۳) | ۱۶ | مولانا فضل محمد مدظلہ |
| مرزائی مغالطے | ۱۹ | جناب محمد ولی رازی صاحب |
| فتنہ غامدیت اور فتنہ قادیانیت | ۲۳ | مولانا عبداللہ معتصم |
| تحریک ختم نبوت... آغاز سے کامیابی تک (۳۸) | ۲۵ | سعود ساحر |

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

نشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک:۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی:۲۲۵ روپے، سالانہ:۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون:۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

# حج کرنے والوں کے لئے ہدایات

حرمین شریفین کی حاضری اور حج وعمرہ کی ادائیگی بہت بڑی سعادت ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ نے اپنی ایک تحریر میں عازمین حج وعمرہ کے لئے چند ”ہدایات“ لکھی تھیں۔ چونکہ چند روز کے بعد حج فلائٹس شروع ہونے والی ہیں۔ اس لئے عازمین حج وعمرہ کی خدمت میں یہ ”ہدایات“ پیش کی جاتی ہیں تا کہ ان سے استفادہ کیا جاسکے۔ (ادارہ)

حج، اسلام کا عظیم الشان رُکن ہے۔ اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا، اور حج ہی سے ارکانِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیث طیبہ میں حج وعمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

”قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من حجّ لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته اُمّه.“ (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ترجمہ:...... ”جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا، پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی، وہ ایسا پاک صاف ہوکر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم: أیُّ العمل أفضل؟ قال: ایمان بالله ورسوله. قیل: ثم ماذا؟ قال: الجهاد فی سبیل الله. قیل: ثم ماذا؟ قال: حجّ مبرورٌ. متفق علیه.“ (مشکوٰۃ ص:۲۲۱)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: حج مبرور۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: العمرة الی العمرة کفّارة لما بینهما، والحجّ المبرور لیس له جزاءٌ الا الجنّة. متفق علیه.“ (ایضاً)

ترجمہ:...... ”ایک عمرہ کے بعد دُوسرا عمرہ درمیانی عرصے کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”وعن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تابعوا بین الحج والعمرة فانّهما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیرُ خبث الحدید والذهب والفضّة ولیس للحجّة المبرور ثوابٌ الا الجنّة.“ (مشکوٰۃ ص:۲۲۲)

ترجمہ:...... ”پے در پے حج وعمرے کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کردیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کردیتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔“

حج، عشق الٰہی کا مظہر ہے، اور بیت اللہ شریف مرکزِ تجلیاتِ الٰہی ہے، اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضری ہر مؤمن کی جانِ تمنا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”وعن عليّ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ملك زادًا وراحلةً تبلغه الى بيت الله ولم يحجّ فلا عليه أن يموت يهوديًا أو نصرانيًا .... الخ.“ (مشکوٰۃ ص:۲۲۲)

ترجمہ:...... ”جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے زاد و راحلہ رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا، تو اس کے حق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی یا نصرانی ہوکر مرے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”وعن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لم يمنعه من الحجّ حاجة ظاهرة أو سلطانٌ جائرٌ أو مرضٌ حابسٌ فمات ولم يحجّ، فليمت ان شاء يهوديًا وان شاء نصرانيًا.“ (مشکوٰۃ ص:۲۲۲)

ترجمہ:...... ”جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی، نہ سلطانِ جائر اور نہ بیماری کا عذر تھا، تو اسے اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔“

ذرائع مواصلات کی سہولت اور مال کی فراوانی کی وجہ سے سال بہ سال حجاجِ کرام کی مردم شماری میں اضافہ ہورہا ہے، لیکن بہت ہی رنج و صدمہ کی بات ہے کہ حج کے انوار و برکات مدھم ہوتے جارہے ہیں، اور جو فوائد و ثمرات حج پر مرتب ہونے چاہئیں ان سے اُمت محروم ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جو فریضۂ حج کو اس کے شرائط و آداب کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک بجالاتے ہوں، ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج غارت کرکے ”نیکی برباد، گناہ لازم“ کا مصداق بن کر آتے ہیں۔ نہ حج کا صحیح مقصد ان کا مطمحِ نظر ہوتا ہے، نہ حج کے مسائل و اَحکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ یہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت و حرمت کا پورا لحاظ کرتے ہیں، بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں کہ حج کے دوران محرمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے، اور یہ اُمت گناہ کو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! ظاہر ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام سے بغاوت کرتے ہوئے جو حج کیا جائے، وہ انوار و برکات کا کس طرح حامل ہوسکتا ہے؟ اور رحمتِ خداوندی کو کس طرح متوجہ کرسکتا ہے؟

سب سے پہلے تو حکومت کی طرف سے درخواستِ حج پر فوٹو چسپاں کرنے کی بیخ لگادی گئی ہے، اور غضب پر غضب اور ستم بالائے ستم یہ کہ پہلے پردہ نشین مستورات اس قید سے آزاد تھیں، لیکن ”نفاذِ اسلام“ کے جذبے نے اب ان پر بھی فوٹوؤں کی پابندی عائد کردی ہے، پھر حجاجِ کرام کی تربیت کے لئے ”حج فلمیں“ دکھائی جاتی ہیں۔ جس عبادت کا آغاز فوٹو اور فلم کی لعنت سے ہو، اس کا انجام کیا کچھ ہوگا یا ہوسکتا ہے؟ اور چونکہ حاجی صاحبان بزعمِ خود حج فلمیں دیکھ کر حج کرنا سیکھ جاتے ہیں اس لئے نہ انہیں مسائلِ حج کی کسی کتاب کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے اور نہ کسی عالم سے مسائل سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، نتیجہ یہ کہ جس کے جی میں جو آتا ہے کرتا ہے۔

حاجی صاحبان کے قافلے گھر سے رُخصت ہوتے ہیں تو پھولوں کے ہار پہننا پہنانا گویا حج کا لازمہ ہے کہ اس کے بغیر حاجی کا جانا ہی معیوب ہے۔ چلتے وقت جو خشیت و تقویٰ، حقوق کی ادائیگی، معاملات کی صفائی اور سفر شروع کرنے کے آداب کا اہتمام ہونا چاہئے، اس کا دُور دُور کہیں نشان نظر نہیں آتا۔ گویا سفر

مبارک کا آغاز ہی آداب کے بغیر محض نمود ونمائش اور ریاکاری کے ماحول میں ہوتا ہے۔اب ایک عرصہ سے صدر مملکت، گورنر یا اعلیٰ حکام کی طرف سے جہاز پر حاجی صاحبان کو الوداع کہنے کی رسم شروع ہوئی ہے،اس موقع پر بینڈ باجے،فوٹوگرافی اور نعرہ بازی کا سرکاری طور پر ''اہتمام'' ہوتا ہے۔غور فرمایا جائے کہ یہ کتنے محرمات کا مجموعہ ہے...!

سفر حج کے دوران نماز باجماعت تو کیا،ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا جس کو اس کا پورا پورا احساس ہوتا ہو کہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے،ورنہ حجاج کرام تو گھر سے نمازیں معاف کرا کر چلتے ہیں،اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے ہیں۔مگر نمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ بعض تو حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق دوبالا کرتے ہیں۔قرآن کریم میں حج کے سلسلے میں جو اہم ہدایت دی گئی ہے وہ یہ ہے:

''حج کے دوران نہ فحش کلامی ہو،نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔''

اور احادیث طیبہ میں بھی حج مقبول کی علامت یہی بتائی گئی ہے کہ:''وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو۔'' لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں۔گانا بجانا اور داڑھی منڈانا،بغیر کسی اختلاف کے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔لیکن حاجی صاحبان نے ان کو گویا گناہوں کی فہرست ہی سے خارج کردیا ہے،حج کا سفر ہو رہا ہے اور بڑے اہتمام سے داڑھیاں صاف کی جارہی ہیں،اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر سے نغمے سنے جارہے ہیں،انا للہ وانا الیہ راجعون!

اس نوعیت کے بیسیوں گناہ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے۔حاجی صاحبان کی یہ حالت دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔اسی طرح سفر حج کے دوران عورتوں کی بے حجابی بھی عام ہے،بہت سے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی دوران سفر برہنہ سر نظر آتی ہیں،اور غضب یہ ہے کہ بہت سی عورتیں شرعی محرم کے بغیر سفر حج پر چلی جاتی ہیں اور جھوٹ موٹ کسی کو محرم لکھوا دیتی ہیں۔اس سے جو گندگی پھیلتی ہے وہ ''اگر گویم زبان سوزد'' کی مصداق ہے۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ:''حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے''،اس کا منشا یہ ہے کہ اس سفر میں چونکہ ہجوم بہت ہوتا ہے اور سفر بھی طویل ہوتا ہے،اس لئے دوران سفر ایک دوسرے سے ناگواریوں کا پیش آنا اور آپس کے جذبات میں تصادم کا ہونا یقینی ہے،اور سفر کی ناگواریوں کو برداشت کرنا اور لوگوں کی اذیتوں پر برافروختہ نہ ہونا بلکہ تحمل سے کام لینا یہی اس سفر کی سب سے بڑی کرامت ہے۔اس کا حل یہی ہوسکتا ہے کہ ہر حاجی اپنے رفقاء کے جذبات کا احترام کرے،دوسروں کی طرف سے اپنے آئینہ دل کو صاف وشفاف رکھے،اور اس راستے میں جو ناگواری بھی پیش آئے،اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔خود اس کا پورا اہتمام کرے کہ اس کی طرف سے کسی کو ذرا بھی اذیت نہ پہنچے اور دوسروں سے جو اذیت اس کو پہنچے اس پر کسی ردّ عمل کا اظہار نہ کرے۔دوسروں کے لئے اپنے جذبات کی قربانی دینا اس سفر مبارک کی سب سے بڑی سوغات ہے،اور اس دولت کے حصول کے لئے بڑے مجاہدے وریاضت اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے،اور یہ چیز اہل اللہ کی صحبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

عازمین حج کی خدمت میں بڑی خیر خواہی اور نہایت دل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت وسعادت کا ذریعہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات کو پیش نظر رکھیں:

✿:...... چونکہ آپ محبوب حقیقی کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں،اس لئے آپ کے اس مقدس سفر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے،اور شیطان آپ کے اوقات ضائع کرنے کی کوشش کرے گا۔

(بقیہ صفحہ:11پر)

# نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت تاجر

مفتی محمد راشد ڈسکوی

کائنات میں بسنے والے ہر ہر فرد کی کامل رہبری کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے جس معزز ومکرم ہستی کو مبعوث کرنا متعین ہوتا، تو لازم تھا کہ اس امرِ عظیم کی تکمیل کے لئے ایسی کامل واکمل ہستی کا انتخاب کیا جاتا، جس کی ذات وصفات میں ہر راہنمائی لینے والے کے لئے ہمہ جہت اور ہمہ وقت سامان موجود ہوتا، چنانچہ! اس کے لئے سردار الانبیاء، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، سب سے آخر میں بھیج کر، قیامت تک کے لئے آنجناب کے سر پر تمام جہانوں کی سرداری ونبوت کا تاج رکھ کر اعلان کر دیا گیا کہ: "لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة." (الأحزاب: ۲۱) اے دنیا بھر میں بسنے والے انسانوں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر اور پرسکون بنانا چاہتے ہو تو تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی میں بہترین نمونہ موجود ہے، ان سے راہنمائی حاصل کرو اور دنیا وآخرت کی ابدی خوشیوں اور نعمتوں کو اپنا مقدر بناؤ، گویا کہ اس اعلان میں دنیا میں بسنے والے ہر ہر انسان کو دعوتِ عام دی گئی ہے کہ جہاں ہو، جس شعبے میں ہو، جس قسم کی راہنمائی چاہتے ہو، جس وقت چاہتے ہو، تمہیں مایوسی نہ ہوگی، تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز سے متعلق مکمل راہنمائی ملے گی، شرط یہ ہے کہ تم میں طلب صادق ہونی چاہیے، چنانچہ! تاجر ہو یا کاشتکار، شریک ہو یا مضارب، مزدور ہو یا کوئی بھی محنت کش، ماں ہو یا باپ، بیٹا ہو یا بیٹی، میاں ہو یا بیوی، مسافر ہو یا مقیم، صحت مند ہو یا مریض، شہری ہو یا دیہاتی، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ؛ اگر وہ چاہے کہ میرے لئے میرے شعبے میں راہنمائی ملے، تو اس کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی میں نمونہ موجود ہے، مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کھڑا کیا ہے کہ میرے اس محبوب کو دیکھو، تمہیں ہر چیز ملے گی، اپنے سے متعلق روشنی حاصل کرو اور اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ کے محبوب بن جاؤ، تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"هذه الآية الكريمة أصلٌ كبيرٌ في التأسي برسول الله ﷺ في أقواله، وأفعاله، وأحواله." (تفسير ابن كثير، سورة الأحزاب: ۲۱، ۳۹۱/۶)

ترجمہ: "یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اتباع کرنے میں بہت بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوات کی آسانی اور سہولت کی خاطر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ہر ہر پہلو کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے خوب سے خوب محنت کی، بے شمار کتب تصنیف کیں، تاکہ کوئی بھی شخص اپنے شعبے سے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو دیکھنا چاہے تو اسے بغیر دقت کے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات معلوم ہو سکیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر حق بھی ہے، اور محبت کا تقاضا بھی، اور یہ بات بھی پوری طرح واضح رہنی چاہیے کہ یہ حق اور تقاضا صرف ماہ ربیع الاول کے پہلے بارہ دن یا پورے مہینے کے لئے ہی نہیں، بلکہ پوری زندگی اور زندگی کے ہر ہر لمحے کے لئے ہے۔

ان سطور سے مقصود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ کو سمیٹنا نہیں ہے، بلکہ صرف آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ سے تجارت کے پہلو کو واضح کرنا مقصود ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے تجارت کا پیشہ اپنایا اور رزق حلال سے اپنی زندگی کا رشتہ استوار رکھا، نبوت کے اس پہلو کو سمجھنے کے لئے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے دو حصے ہیں، ایک: نبوت ملنے سے قبل کا اور دوسرا: نبوت ملنے کے بعد کا، اول الذکر کا دورانیہ چالیس سال ہے اور ثانی الذکر کا دورانیہ تیئیس سال، اس دوسرے حصے کے پھر دو حصے ہیں، ایک: مکی دور، اور دوسرا: مدنی دور

## نبوت سے قبل کی معاشی کیفیت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت سے پہلے والا دور مالی اور معاشی اعتبار سے بہت زیادہ خوش الحال دور نہیں تھا، لیکن اس کے برعکس یہ کہنا بھی درست نہیں کہ آپؐ بہت ہی زیادہ مفلوک الحال زندگی بسر کر رہے تھے، البتہ یہ ضرور تھا کہ آنجناب بچپن سے ہی محنت ومشقت کر کے اپنی مدد آپ ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کا ذہن رکھتے تھے۔

## والد کی طرف سے ملنے والی میراث:

جب آپ کی پیدائش ہوئی تو آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ چکا تھا، ان کی طرف سے بطور میراث

بھی کوئی جائیداد آپ کی طرف منتقل نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ کتب سیرت میں اس کی تفصیل میں صرف یہ منقول ہے کہ آپؐ کو میراث میں صرف پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی ملی، جس کا نام "ام ایمن" تھا، (اس باندی کو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت یعنی: پچیس سال کی عمر میں آزاد کر دیا تھا) اس کے علاوہ مزید کوئی چیز میراث میں نہ ملی تھی، ملاحظہ ہو:

"ترک عبد الله بن عبد المطلب أم أيمن وخمسة أجمال أوارك، يعني: تأكل الأراك، وقطعة غنم، فورث ذلك رسول الله ﷺ." (الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر وفاة عبد الله بن عبد المطلب: ۱/۸۰)

میراث میں ملنے والی اشیاء اس قابل نہ تھیں کہ آپ کی کفالت کے لئے کافی ہو جاتی، یہی وجہ تھی کہ دیہاتی علاقوں سے آ کر جو عورتیں بچوں کو پرورش اور تربیت کے لئے لے جایا کرتی تھیں، آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ان میں سے کسی کا بھی رجحان آپ کی طرف نہیں ہوا کہ یہ تو یتیم اور غریب بچہ ہے، اس کی پرورش کرنے پر ہمیں اس کی والدہ کی طرف سے کچھ خاص معاوضہ نہ مل سکے گا، اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا انتخاب کیا تھا وہ بھی ابتداء نہیں کیا تھا، بلکہ جب ان کے لئے کوئی اور بچہ نہ بچا، تو پھر ان کو خیال آیا چلو خالی ہاتھ واپس جانے کی بجائے اس یتیم بچے کو ہی لے جانا چاہیے، مال تو نہیں، لیکن اللہ تو راضی ہوگا۔

## دادا اور چچا کی کفالت میں:

ان ابتدائی دو سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت آپ کے دادا عبد المطلب کرتے رہے، دو سال کے بعد آپ کے دادا بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے، دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ابو طالب آپ کے حقیقی چچا تھے، جو بہت ہی ذوق وشوق اور محبت سے آپ کی پرورش کرتے رہے اور آپ کی ضروریات پوری کرنے کی اپنی مقدور بھر سعی کرتے رہے، چنانچہ! آپ کے چچا جب تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں میں جاتے تو اپنے بھتیجے کو بھی ہمراہ لے جاتے۔

## بکریاں چرانا:

مکہ مکرمہ میں حصول معاش کے لئے عام طور پر گلہ بانی اور تجارت عام تھی، چنانچہ آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ کی ابتداء میں ہی اپنی معاش کے بارے میں از خود فکر کی، ابتداءً اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چراتے تھے، بعد میں تجارت کا پیشہ بھی اختیار کیا، اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں تھی، بلکہ یہ تو آپ کی عظمت اور تواضع کی کھلی دلیل ہے، اس لئے کہ بکریاں چرانے والے شخص میں جفاکشی، تحمل وبردباری اور نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ بکریاں چرانا معمولی کام نہیں ہے، بلکہ بہت ہی زیادہ ہوشیاری اور بیدار مغزی والا کام ہے، اس لئے کہ بکریاں بہت کمزور مخلوق ہوتی ہیں، تیزی اور پھرتی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہوتا، انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بھی خوب پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس جانور پر قابو سے باہر ہونے کی صورت میں غصہ اتارنا بھی ممکن نہیں ہوتا، یعنی: غصہ کی وجہ سے مار بھی نہیں سکتے، کیونکہ بوجہ ان کے چھوٹا، دبلا پتلا اور کمزور ہونے کے ان کی ہڈیاں وغیرہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس بناء پر بکریاں چرانے والے میں خوب تحمل وغیرہ پیدا ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم، فقال أصحابه: وأنت؟ فقال: نعم! كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة." (صحيح البخاري، كتاب الإجارات، باب رعي الغنم على قراريط، رقم الحديث: ۲۲۶۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جو بھی نبی بھیجا، اس نے بکریاں چرائیں، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے بھی؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چراتا تھا۔

"قراریط" سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ درہم یا دینار کے ایک ٹکڑے کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ کچھ قراریط کے عوض بکریاں چرائیں، اور بعض کا قول ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ایک محلہ "جیاد" کا نام ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مقام قراریط میں بکریاں چرائیں، علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، کتاب الاجارات، باب رعی الغنم، رقم الحدیث: ۲۲۶۲، ۱۵/ ۳۵-۳۶)

اسی طرح ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگل تشریف لے گئے، صحابہ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو خوب سیاہ ہوں وہ کھاؤ، وہ زیادہ مزے کی ہوتی ہیں، یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے، جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا، ملاحظہ ہو:

عن جابر رضي الله عنه قال: كنا مع النبي ﷺ ونحن نجتني الكباث، فقال النبي ﷺ: "عليكن بالأسود منه، فإنه أطيب، وإني كنت آكله زمن كنت أرعى"، قالوا: يا رسول الله! أو كنت

ترعى؟ فقال: "وهل بُعث نبيٌ إلا وهو راعٍ." (صحيح ابن حبان، كتاب الإجارة، ذكر العلة التي من أجلها قال ﷺ للكباث الأسود: إنه أطيب من غيره، رقم الحديث: ۵۱۴۴، ۱۱/۵۴۴)

## ملکِ شام کی طرف پہلا سفر:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف دو سفر کیے، پہلا: اپنے چچا کے ہمراہ، لیکن اس سفر میں آپ بطور تاجر شریک نہ تھے، بلکہ محض تجارتی تجربات حاصل کرنے کے لئے آپ کے چچا نے آپ کو ساتھ لیا تھا، اسی سفر میں بحیرا راہب والا مشہور قصہ پیش آیا، جس کے کہنے پر آپ کے چچا نے آپ کو حفاظت کی خاطر مکہ واپس بھیج دیا، ملاحظہ ہو:

"لما بلغ رسول الله ﷺ اثنتي عشرة سنة، خرج به أبو طالب إلى الشام في العير التي خرج فيها للتجارة ونزلوا بالراهب بحيرا، فقال لأبي طالب في النبي ﷺ ما قال، وأمره أن يحتفظ به، فرده أبو طالب معه إلى مكة." (الطبقات الكبرى، ذكر أبي طالب وضمه رسول الله ﷺ إليه، وخروجه معه إلى الشام في المرة الأولى: ۱/۹۹)

## ملکِ شام کی طرف دوسرا سفر:

اور دوسرا سفر: آپ نے بطور تاجر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر اجرت پر کیا۔ قصہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ جب آپ پچیس برس کے ہوگئے تو آپ کے چچا ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے! میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال نہیں ہے، زمانہ کی سختیاں ہم پر بڑھتی جارہی ہیں، تمہاری قوم کا شام کی طرف سفر کرنے کا وقت قریب ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنا تجارتی سامان دوسروں کو دے کر بھیجا کرتی ہے، تم بھی اجرت پر اس کا سامان لے جاؤ، اس سے تمہیں معقول معاوضہ مل جائے گا، یہ گفتگو حضرت خدیجہ کو معلوم ہوئی تو اس نے خود آپ کو پیغام بھیج کے بلوایا کہ جتنا معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس سے دوگنا دوں گی، اس پر ابو طالب نے آپ کو کہا کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری جانب کھینچ کے بھیجا ہے، اس کے بعد آپ قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ حضرت خدیجہ کا غلام "میسرہ" بھی تھا، جب قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں نسطورا راہب نے آپ میں نبوت کی علامات پہچان کر آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کی پیش گوئی کی۔

دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ جب آپ نے تجارتی سامان فروخت کرلیا تو ایک شخص سے کچھ بات چیت بڑھ گئی، اس نے کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم اٹھاؤ، تو آنحضرت نے فرمایا: "ما حلفت بهما قط، وإني لأمر فأعرض عنهما". میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، میں تو ان کے پاس سے گذرتے ہوئے ان سے منہ موڑ لیا کرتا تھا۔ اس شخص نے یہ بات سن کر کہا، حق بات تو وہی ہے، جو تم نے کہی، پھر اس شخص نے میسرہ سے مخاطب ہوکر کہا: "هذا والله نبي، تجده أحبارنا منعوتا في كتبهم." خدا کی قسم یہ تو وہی نبی ہے، جس کی صفات ہمارے علماء کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔

تیسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ میسرہ نے دیکھا کہ جب تیز گرمی ہوتی تو دو فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کررہے ہوتے تھے، یہ سب کچھ دیکھ کر میسرہ تو آپ سے بہت ہی زیادہ متاثر تھا، واپسی میں ظہر کے وقت جب واپس پہنچے تو حضرت خدیجہ نے اپنے بالاخانے میں بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر بیٹھے اس طرح تشریف لارہے تھے کہ دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا، حضرت خدیجہ اور ان کے ساتھ بیٹھیں ہوئی عورتوں نے یہ منظر دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور پھر جب میسرہ کی زبانی سفر کے عجائب، نفع کثیر اور نسطورا راہب اور اس جھگڑا کرنے والے شخص کے باتیں سنیں تو بہت زیادہ متاثر ہوئیں، حضرت خدیجہ بہت زیادہ دور اندیش، مستقل مزاج، شریف، باعزت اور بہت مال دار عورت تھیں، انہوں نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیج کر نکاح کرلیا، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ (ملخص وبتغيير يسير من الطبقات الكبرى، ذكر خروج رسول الله ﷺ إلى الشام في المرة الثانية، ذكر تزويج رسول الله ﷺ خديجة بنت خويلد: ۱/۱۰۷-۱۰۹)

## یمن کی طرف دو سفر:

جو تجارتی اسفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے کیے، ان میں دو سفر یمن کی طرف بھی تھے، امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں نقل کیا ہے:

"استأجرت خديجة رضوان الله عليها رسول الله ﷺ سفرتين إلى جُرَش، كل سفرة بقلوص." (المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ومنهم خديجة بنت خويلد، رقم الحديث: ۴۸۳۴، ۳/۲۰۰)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جرش (یمن کے ایک مقام) کی طرف دو بار تجارت کے لئے اونٹنیوں کے عوض بھیجا۔

## بحرین کی طرف سفر:

نبوت سے قبل آپ کے بحرین کی طرف سفر کرنے کا بھی اشارہ ملتا ہے، وہ اس طرح کہ جس

طرح آپ کی خدمت میں عرب کے تمام دور دراز مقامات سے وفود حاضر خدمت ہوتے رہے، انہی وفود میں بحرین سے وفدِ عبدالقیس بھی آیا، تو آپ ﷺ نے اہل وفد سے بحرین کے ایک ایک مقام کا نام لے کر وہاں کے احوال دریافت فرمائے، تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا، کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو ہمارے ملک کے احوال ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ ہاں میں تمہارے ملک میں خوب گھوما ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"حدثنا شهاب بن عباد أنه سمع بعض وفد عبد القيس وهم يقولون: قدمنا على رسول الله ﷺ، ........ فلما دنا منه الأشج أوسع القوم له، وقالوا: ها هنا يا أشج، فقال النبي ﷺ واستوى قاعدا، وقبض رجله: "ها هنا يا أشج"، فقعد عن يمين النبي ﷺ، فرحب به، وألطفه، وسأله عن بلاده، وسمّى له قرية قرية، الصفا والمشقر وغير ذلك من قرى هجر، فقال: بأبي وأمي يا رسول الله، لأنت أعلم بأسماء قرانا منّا، فقال: "إني قد وطئت بلادكم، وفسح لي فيها." (مسند أحمد بن حنبل، بقية حديث وفد عبد القيس، رقم الحديث: ١٥٥٥٩، ٣٢٧/٢٤)

## تجارتی اسفار میں آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر مبارک کے پچیسویں سال تک تجارتی اسفار میں اپنے اخلاق کریمانہ، حسن معاملہ، راست بازی، صدق ودیانت کے وجہ سے اتنے زیادہ مشہور ہو چکے تھے کہ خلق خدا میں آپ "صادق وامین" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، لوگ کھلے اعتماد کے ساتھ آپ کے پاس بے دھڑک اپنی امانتیں رکھواتے تھے، انہی خصائل کی بنا پر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی رغبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوئی تھی اور پیغام نکاح بھیج دیا تھا۔

## لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا:

تجارتی معاملات کی کامیابی کے لئے معاملات کی صفائی اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز اہم ترین کردار ادا کرتا ہے، اور یہ صفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھیں، چنانچہ حضرت قیس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ ﷺ شرکاء میں سے بہترین شریک تھے، نہ لڑائی کرتے تھے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

قال قيس: "وكان رسول الله ﷺ شريكي في الجاهلية، فكان خير شريك، لا يماري ولا يشاري." (الإصابة في تمييز الصحابة، القاف بعدها الياء، ٤٧١/٥)

## بحث وتکرار سے اجتناب:

مسلمان تاجر کی صفات میں سے ایک صفت معاملات کے وقت شور شرابا اور آپس کی بے جا بحث وتکرار سے بچنا بھی ہے، اور آپ ﷺ کے اس وصف عظیم کی گواہی زمانہ نبوت سے پہلے بھی دی جاتی تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سامنے میری تعریف اور میرا تذکرہ کرنے لگے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری نسبت ان سے زائد واقف ہوں، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ سچ فرماتے ہیں، آپ زمانہ جاہلیت میں میرے شریک ہوتے تھے، اور آپ کتنے بہترین شریک ہوتے تھے کہ نہ شور شرابا (بحث وتکرار) کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

عن السائب، قال أتيت النبي ﷺ، فجعلوا يُثنون عليّ ويذكروني، فقال رسول الله ﷺ: "أنا أعلمكم" يعني: به، قلت: صدقت بأبي أنت وأمي، كنت شريكي، فنعم الشريك، كنت لا تُداري ولا تُماري. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في كراهية المراء، رقم الحديث: ٤٨٣٨)

## ایفائے وعدہ:

وعدوں کی پاسداری تجار کی بہت بڑی خوبی شمار ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ وصف کیسا تھا؟! اس بارے میں "حضرت عبداللہ بن ابی حمساء رضی اللہ عنہ" سے روایت ہے کہ میں نے نبوت ملنے سے قبل آپ سے خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا، خریدی گئی شئے کی قیمت میں سے کچھ رقم میرے ذمہ باقی رہ گئی، تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں کل اسی جگہ آ کر آپ کو بقیہ رقم ادا کر دوں گا، پھر میں بھول گیا، اور مجھے تین روز بعد یاد آیا، میں اس جگہ گیا، تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے اذیت پہنچائی، میں تین دن سے اسی جگہ پر تمہارا منتظر ہوں۔ ملاحظہ ہو:

عن عبد الله بن أبي الحمساء قال بايعت النبيَّ ﷺ ببيعٍ قبل أن يُبعث، وبَقِيَت له بقية، فوعدتُه أن آتيه بها في مكانه، فنسيتُ، ثم ذكرتُ بعد ثلاث، فجئتُ، فإذا هو في مكانه، فقال: "يا فتى! لقد شققتَ عليّ، أنا ها هنا منذ

ثلاث، انتظرک۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب في العدة، رقم الحدیث: ۴۹۹۸)

## نبوت کے بعد معاشی صورت حال:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت مل جانے کے بعد حصول معاش کے لئے کچھ کیا یا نہیں؟ اس بارے میں بالاتفاق قول فیصل یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محنت اور توجہ صرف اور صرف احیائے دین متین کی طرف مبذول کردی تھی، بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی قسم کی معاشی مشغولیت کا ثبوت نہیں ملتا ہے، البتہ! دین کے دیگر شعبوں کی طرف راہنمائی کی طرح اس شعبے کی بھی بہت واضح اور تفصیلی انداز میں راہنمائی کی، اس میدان سے کامیابی کے ساتھ گذر جانے والوں کو جہاں بہت بڑی بڑی بشارتیں سنائیں تو وہاں اس میدان کے چور، ڈاکوؤں اور خائنوں کو وعیدیں سنا سنا کر انہیں لوٹ آنے کی طرف بھی متوجہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا جائزہ لیا جائے تو عبادت کے احکام اور معاملات کے احکام میں ایک اور تین کی نسبت نظر آئے گی، یعنی: عبادات سے متعلق احکام ایک ربع اور معاملات سے متعلق احکام تین ربع ملیں گے، چنانچہ! کتب فقہ میں اہم ترین کتاب "ہدایہ" کو دیکھ لیا جائے کہ اس کی چار ضخیم جلدوں میں سے صرف ایک جلد عبادات کے بارے میں ہے اور تین جلدیں معاملات کے بارے میں ہیں، اسی سے شعبہ معاملات کی اہمیت کا اندازہ کرلیا جائے۔ (جاری ہے)

## بقیہ:............ اداریہ

☆:...... جس طرح سفر حج کے لئے ساز و سامان اور ضروریات سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر حج کے احکام و مسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقع نہیں ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کرلیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ رہنی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے، خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصے کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہئے، کتابیں یہ ہیں:

۱:...... "فضائل حج" از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ۔

۲:...... "آپ حج کیسے کریں؟" از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ۔

۳:...... "معلم الحجاج" از مولانا مفتی سعید احمد مرحوم۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں، اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دُعائیں بھی مانگیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہنی چاہئے کہ حج مقبول کی علامت ہی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کی زندگی میں دینی انقلاب آجائے۔ جو شخص حج کے بعد بھی بدستور فرائض کا تارک اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہے، اس کا حج مقبول نہیں۔ آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے، اور سوائے اشد ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ دُنیا کا ساز و سامان آپ کو مہنگا سستا، اچھا بُرا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے، لیکن حرم شریف سے میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دُوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔ وہاں خریداری کا اہتمام نہ کریں، خصوصاً وہاں سے ریڈیو ٹیلیویژن، ایسی چیزیں لانا بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کسی زمانے میں حج و عمرہ اور کھجور اور آب زم زم، حرمین شریفین کی سوغات تھیں۔ اور اب ریڈیو ٹیلیویژن ایسی ناپاک اور گندی چیزیں حرمین شریفین سے بطور تحفہ لائی جاتی ہیں۔

چونکہ حج کے موقع پر اطراف و اکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا ہوا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کردیں، بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں۔

۱:...... نمازِ فجر سے بعد اِشراق تک اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں، لیکن بہت سے لوگ دُوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔

۲:...... اِحرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے، اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دُعا فرمائی ہے، اور قینچی یا مشین سے بال اُتروالینا بھی جائز ہے۔ اِحرام کھولنے کے لئے کم از کم چوتھائی سر کا صاف کرانا یا کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اِحرام نہیں کھلتا، لیکن بے شمار لوگ جن کو صحیح مسئلے کا علم نہیں، وہ دُوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اُوپر سے چند بال کٹوالیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اِحرام کھول لیا، حالانکہ اس سے ان کا اِحرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور اِحرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ دَم واجب ہوجاتا ہے۔ الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں بلکہ اہل علم سے مسائل کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

# سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم

30ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس 16راگست 2015ء بروز اتوار سینٹرل مسجد برمنگھم میں منعقد ہورہی ہے، جس میں برطانیہ کے علاوہ بیلجیئم ،امریکا اور دیگر یورپی ممالک کے علماء کرام بھی شرکت فرمائیں گے، جبکہ ہندوستان وپاکستان اور بنگلہ دیش کے علماء کرام کی بھی کثیر تعداد شرکت کرکے کانفرنس کی سرپرستی فرمائے گی۔

مولانا مفتی خالد محمود

نبوت وانبیاء کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا' وہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا گیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ 'احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں' آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا' آپ پر جو کتاب نازل ہوئی قرآن کریم وہ اللہ کی آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اور آپ کی امت آخری امت ہے جس کے بعد کوئی امت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد رہتی دنیا تک دو ہی مینارۂ نور ہیں' جن کی روشنی میں زندگی کا راستہ تلاش کیا جاسکتا ہے اور رضاء الٰہی کا طریقہ ڈھونڈا جاسکتا ہے اور اس روشنی میں گمراہی سے بچ کر صراط مستقیم پر گامزن ہوا جاسکتا ہے' وہ دو مینارۂ نور ایک قرآن کریم اور دوسرے سیرت مقدسہ ہیں' بالفاظ دیگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اقوال وافعال جسے احادیث مقدسہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی بہت وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور احادیث مقدسہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے بلکہ قرآن کریم واحادیث میں جس کثرت اور تواتر وقطعیت کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے' اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ قرآن واحادیث کے علاوہ امت کا روز اول سے اجماع چلا آرہا ہے۔

چونکہ اس عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ دین کی اساس اور بنیاد ہے' لہٰذا عقیدہ ختم نبوت ہے تو ہمارا دین محفوظ ہے، عقیدہ ختم نبوت ہے تو قرآن محفوظ ہے، عقیدہ ختم نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا کیونکہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی، تنسیخ کا حق ہوگا۔ اس لیے اس عقیدہ پر پورے دین کی عمارت قائم ہے، اسی میں امت کی وحدت کا راز مضمر ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے اس عقیدہ میں نقب لگانے کی کوشش کی یا اس مسئلہ سے اختلاف کرنے کی کوشش کی اسے امت مسلمہ نے سرطان کی طرح اپنے جسم سے علیحدہ کردیا اس لیے ختم نبوت کا تحفظ یا بالفاظ دیگر منکرین ختم نبوت کا استیصال دین کا ہی ایک حصہ ہے اور مسلمانوں نے ہمیشہ اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے۔ اور امت نے ہر دور میں اپنا یہ فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کسی کوتاہی اور غفلت کی مرتکب نہیں ہوئی۔

انیسویں صدی کے آخر میں بے شمار فتنوں کے ساتھ ایک بہت بڑا فتنہ ایک جھوٹی اور خود ساختہ نبوت قادیانیت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد ونظریات اور ملحدانہ خیالات سامنے آئے تو علماء کرام نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے مقابلہ میں میدان عمل میں نکلے' بلکہ خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس فتنہ کی پیدائش سے قبل ہی دارالعلوم دیوبند کے مورث اعلیٰ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پر اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمادیا تھا کہ ہندوستان میں ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں ایک دن انہوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے فرمایا: ''ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا' تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ' اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرسکے گا اور ملک میں سکون ہوگا' پیر مہر علی گولڑویؒ فرماتے ہیں کہ: ''میرے نزدیک حاجی صاحبؒ کی فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھی۔''

(آئینہ قادیانیت' صفحہ ۱۱۸)

۱۸۸۴ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی جماعت سازی کے لئے لدھیانہ آیا تو وہاں کے علماء کے ایک وفد نے اس سے ملاقات کی' اس کے خیالات ونظریات پر جرح کی' وہ ان حضرات کو مطمئن نہ کرسکا تو ان حضرات نے اس کے عقائد و

نظریات کی بنا پر اس کے ملحد اور زندیق ہونے کا فتویٰ دیا۔

مرزائیوں کے خلاف باضابطہ استفتاء مرتب کر کے متحدہ ہندوستان کے سرکردہ جید علماء کرام و مفتیان عظام سے فتویٰ لینے کی سعادت بھی دارالعلوم دیوبند کے حصہ میں آئی' جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد' زندیق' ملحد اور کافر قرار دیا گیا اور اس فتنہ کے مقابلہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء صف آراء ہوئے' جن میں مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا داؤد غزنوی کی مساعی بھی قابل ذکر ہیں' لیکن جس شخصیت کو اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی قیادت و امامت تفویض ہوئی وہ امام العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ ہیں۔

حضرت امام العصرؒ نے خود بھی اس موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کیں بعد میں اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا' جن میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ' مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری'' مولانا مناظر احسن گیلانی '' مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ' مولانا محمد علی جالندھریؒ ' مولانا محمد یوسف بنوریؒ ' مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ' مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے مولانا ظفر علی خانؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کو تیار و آمادہ کیا۔

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ''جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے۔''

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس کام کو باقاعدہ منظم کرنے کے لئے خطیب الامت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کیا اور انجمن خدام الدین کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' اس اجلاس میں پانچ سو جید اور ممتاز علماء و صلحا موجود تھے' ان سب نے حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کی۔

علماء امت جو انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں اس قادیانی فتنہ کا مقابلہ کر رہے تھے مگر قادیانی فتنہ ایک جماعت کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا' اس لئے اس کے مقابلہ میں بھی جماعت کو تیار کرنے کی ضرورت تھی' چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے مجلس احرار کو اس طرف متوجہ کیا اور تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کا محاذ اس کے سپرد کیا۔

چنانچہ مجلس احرار نے باقاعدہ اس کے لئے مستقل شعبہ تبلیغ قائم کیا اور اس کے تحت فتنہ قادیانیت کے مقابلے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ مجلس احرار نے ۲۰'۲۱'۲۲/ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں تبلیغی کانفرنس کا اعلان کر دیا' جس سے قادیان میں صف ماتم بچھ گئی۔

بہرحال احرار کے سرفروشوں نے قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور پورے ملک میں اپنے جوش خطابت سے مرزائیت کے لئے نفرت پیدا کر دی اور ان سرفروشوں نے اپنے شعلۂ بیاں خطابت سے قادیانی نبوت کے خرمن کو پھونک ڈالا۔

قادیانی فتنہ ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا وہاں اس نے پر پُرزے نکالے اور انگریز کے سائے میں یہ فتنہ پروان چڑھتا رہا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود قادیان سے فرار ہوا اور پاکستان آ کر اپنے دجل و تلبیس کا نیا دارالکفر قائم کیا۔ پنجاب کے پہلے انگریز گورنر موڈی کے حکم پر چنیوٹ کے قریب قادیانیوں کو لب دریا ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین عطیہ کے طور پر الاٹ کی گئی' فی مرلہ ایک آنہ کے حساب سے' صرف رجسٹری کے کل اخراجات -/10034 روپے وصول کئے گئے۔ اور وہاں ربوہ کے نام سے اپنا اڈہ قائم کر کے ایک نئے قادیان کی بنیاد رکھی' سوءِ اتفاق کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی تھا' اس لئے پاکستان کی اس وقت کی حکومت میں ان کا گہرا اثر و رسوخ تھا۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر ان کا قبضہ تھا' فوج میں بھی ان کا اثر و رسوخ تھا اس لئے قادیانیوں کو دھوکہ تھا کہ پاکستان میں اپنی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ خوب آسانی سے چلا سکیں گے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قادیانیوں کے عزائم سے باخبر تھے اس لئے ۱۹۴۹ء میں ملتان کی مسجد سراجاں میں اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مشاورت کی اور ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ اسی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکتبہ ہائے فکر کے رہنماؤں کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور قادیانی فتنہ کے خلاف ایک ایک کے دروازے پر دستک دی اور یوں تمام فرقے تحفظ ختم نبوت کے اسٹیج پر جمع ہو گئے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت وجود میں آئی' اس کی راہنمائی میں 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ مگر اس تحریک کو بڑی شدت کے ساتھ کچل دیا گیا' مگر اس تحریک نے قادیانیوں کے بارے میں شعور پیدا کر دیا اور قادیانیوں کے خلاف فضا پیدا کر دی۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا امیر منتخب کیا گیا۔

۱۲/اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا وصال ہوا' آپ کے وصال کے بعد حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر دوم' مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر سوم' مولانا لال حسین اختر'' امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اختر کی وفات کے بعد مولانا محمد حیات کو عارضی طور پر یہ منصب تفویض ہوا' اس کے بعد ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی مسند امارت پر بٹھایا گیا۔ آپ کے دور امارت ۱۹۷۴ء کی عظیم الشان تحریک ختم نبوت چلی جس کے نتیجہ میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کا وصال ہوا اور قطب الاقطاب شیخ المشائخ' خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے قیادت سنبھالی' آپ کے دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی حیثیت حاصل کرلی اور پورے عالم میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ نے ایک بار پھر تحریک کو منظم کیا' جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس منظور ہوا' جس کی رو سے قادیانیوں کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہنا یا کہلوانا' اذان دینا' اپنی عبادت گاہ کو مسجد قرار دینا' کلمہ طیبہ کا بیج لگانا' مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنا' اس کے ساتھیوں کو صحابی اور اس کی بیویوں کے لئے امہات المومنین وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا قابل تعزیر جرم قرار دے دیا گیا۔ اس دوران حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحبؒ نے نائب امیر ہونے کی حیثیت سے حضرت شیخ المشائخ کی معاونت کی۔

حضرت شیخ المشائخ کے بعد حکیم العصر' حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے اس قافلہ کی قیادت سنبھالی، آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ امیر مرکزیہ منتخب ہوئے اور صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد اور حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی بحیثیت نائب امیران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو آگے بڑھانے میں رات دن مصروف عمل ہیں۔

1985ء سے یہ کانفرنس انگلینڈ میں مسلسل منعقد ہورہی ہے۔ یہ فتنہ چونکہ ہندو پاک میں اٹھا اور یہیں پروان چڑھا اس لیے اس کی سنگینی کو یہاں کے علماء زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس کانفرنس کی تیاری کے لیے پاکستان سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کانفرنس کے انعقاد سے تقریباً دو ماہ قبل انگلینڈ پہنچتے ہیں اور شہر شہر جاکر وہاں کی مساجد میں اس فتنہ کی سنگینی' مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد' قادیانیوں کے مکروفریب اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے کی سازشوں سے آگاہ کرتے اور اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں اور وہاں کے مقامی علماء وخطباء خصوصاً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علمائے برطانیہ کے ذمہ داران وکارکنان ان مبلغین کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں اور خود بھی وہاں کے مسلمانوں کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے اور کانفرنس کی کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے بھرپور محنت اور جدوجہد کرتے ہیں۔

چونکہ یہ کانفرنس برمنگھم میں بیلگریو روڈ پر واقع سینٹرل مسجد میں منعقد ہوتی ہے' اس لیے وہاں کے مسلمان اس کانفرنس کے میزبان ہوتے ہیں اور میزبانی کا حق خوب ادا کرتے ہیں۔ اس کانفرنس کی تیاری اور اس کے انعقاد کے لیے بھرپور محنت کرتے ہیں۔ مسجد عمر' مسجد حمزہ اور دیگر مساجد کے علماء خصوصی طور پر کانفرنس کے انتظامات کرتے ہیں۔

اس کانفرنس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ برطانیہ کے علماء کے علاوہ اس میں بیلجیئم' جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کے علماء بھی کثیر تعداد میں شرکت کرتے اور اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہیں جب کہ ہندوستان' پاکستان اور بنگلہ دیش کے علماء بھی کثیر تعداد میں شرکت کر کے اس کانفرنس کی سرپرستی فرماتے ہیں۔

آج 16 راگست 2015ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ 30 ویں سالانہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے۔ اس کانفرنس کی دو نشستیں منعقد ہوں گی۔ پہلی نشست صبح دس بجے سے ایک بجے تک جبکہ دوسری نشست ظہر کے بعد دو بجے سے سات بجے تک منعقد ہوگی۔ اس کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، جامعہ علوم اسلامیہ کے رئیس اور جانشین محدث العصر حضرت بنوریؒ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر' شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا' مولانا مفتی خالد محمود نائب اقراً روضۃ الاطفال ٹرسٹ، مدرسہ امام محمد کے مدیر مولانا قاری فیض اللہ چترالی اور دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔

آج جبکہ یہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے ہم اس کانفرنس کی کامیابی کی لئے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہیں، اللہ تعالیٰ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے اس عظیم کام کے صدقے ہم سب مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور اس کانفرنس اور اس کے انعقاد کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔ ☆☆☆

# متمدن انسان غیر متمدن انسانیت

مولانا سیّد محمد واضح رشید حسنی ندوی

عصر حاضر میں انسانی آزادی کا نعرہ یورپی ممالک سے بڑی قوت و شدت کے ساتھ بلند کیا گیا۔ شخصی آزادی اور شہریت کے مساویانہ حقوق کے سلسلہ میں متعدد عالمی معاہدے بھی ہوئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر ممالک میں قومیت، ثقافت، دین اور سیاسی و اقتصادی فکری بنیاد پر تفریق و امتیاز کا سلسلہ اب بھی جاری ہے بلکہ اس میں شدت پیدا ہوگئی ہے۔ آزادی سلب کرنے کے لئے سخت ترین ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں اور حکمران طبقہ کے نظریہ اور سیاست سے اختلاف کرنے والوں کو اذیت ناک تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے کوئی ملک مستثنیٰ نہیں۔

موجودہ دور میں انسان کی نظریاتی، فکری اور قانونی پیش رفت کے متعلق جو بھی کہا جائے، لیکن حقیقت میں انسان عہد ماضی کی طرح اب بھی دباؤ اور گھٹن کے ماحول میں زندگی گزار رہا ہے، اگر کوئی روئے زمین پر کسی ایسے حصہ کو تلاش کرے، جہاں وہ مکمل آزادی کے ساتھ عزت و شرف کی زندگی گزار سکے، اس پر کسی کا دباؤ نہ ہو، جبر و تشدد کا اسے سامنا نہ ہو، اظہار خیال کی اسے پوری آزادی ہو تو اس کو ایک شاعرانہ تصور کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس وقت دنیا کے مختلف ممالک کے ہزاروں بلکہ لاکھوں شہری اس آزادی کی تلاش میں دوسرے ملکوں میں زندگی گزار رہے ہیں جو اپنے ملک کے حکام کے نظریہ سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ سیاسی جبر و قہر کی عمومیت کی وجہ سے اس دور میں ایسی تنظیمیں وجود میں آگئی ہیں جو زمین سازی یا جبر و قہر کا کام انجام دیتی ہیں اور وہ سخت ترین عذاب اور عبرتناک سزا دینے کی ٹریننگ دیتی ہیں، جن کا استعمال اصلی مجرموں، قاتلوں اور رہزنوں کی سزا کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مخالف سیاسی قائدین مفکرین، علماء، سن رسیدہ لوگوں حتی کہ بچوں کی سزا کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح چھوٹے بچوں کے ذہنوں کو بدلنے اور ان کو اپنے ماحول اور سماج سے باغی بنانے کے لئے بھی یہ وسائل استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے کسی حکمراں نے کچھ لوگوں کو زندہ جلا دیا تھا، اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس کے نام کے ساتھ ''محرق'' یعنی جلانے والے کے لقب کا اضافہ ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ عرب کی پوری تاریخ میں (باختلاف روایات) دو ایسے حکمراں گزرے ہیں جنہوں نے زندہ جلا دینے کی سزائیں دیں، لیکن اب زندوں کا جلایا جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں رہ گئی، یہ اب معمولی سا واقعہ بن گیا ہے جس کی مہذب سماج میں کوئی اہمیت نہیں۔ آج انسان آئے دن اخبارات میں پڑھتا رہتا ہے کہ ''فلاں گروہ کے اتنے لوگ جلا دیئے گئے، ان میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔'' لیکن اس خبر سے کسی میں حرکت پیدا نہیں ہوتی، جب کہ یہ واقعات کسی غیر معروف یا دور دراز علاقوں میں نہیں بلکہ ایسے مشہور اور ترقی یافتہ شہروں میں پیش آتے ہیں۔ جن سے ہر شخص واقف ہوتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں اگر کوئی کسی کو گالی دیتا یا کسی کے متعلق نامناسب کلمات کہہ دیتا تو وہ ''زبان دراز، بدکلام، فحش گو یا ہجوگو'' جیسے القاب سے مشہور ہوجاتا تھا، لیکن اس زمانے میں انفرادی طور پر ہی نہیں اجتماعی طور پر گالی دینے اور فحش کلامی کی غرض سے باقاعدہ جلوس نکالے جاتے ہیں، انہیں مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے اور اس کو ''شخصی آزادی'' اور ''اظہار خیال کی آزادی'' تصور کیا جاتا ہے اور ایسی کتابیں لکھی جاتی ہیں جن میں قابل احترام شخصیتوں اور تاریخی شہرت کے حامل افراد کو نشانہ بنایا جاتا ہے، حتی کہ خالص مذہبی شخصیتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

پہلے شجاعت و بہادری اس کا نام تھا کہ کوئی اپنے سے قوی تر اور مسلح شخص سے مقابلہ کرے، تنہا اور نہتے شخص پر حملہ کرنا بزدلی سمجھا جاتا تھا لیکن انقلاب زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے! بے خبری میں اچانک حملہ کرنے کے لئے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں اور اس کو دانش مندی، ذہانت اور ہوشیاری سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہذا سوتوں پر، سواروں پر، عورتوں اور بچوں پر، مسافروں پر، جلسوں میں شرکت کرنے والوں پر، اور عبادت گاہوں میں عبادت میں مشغول لوگوں پر ظلم کیا جاتا ہے اور ظالم اپنی اس گھناؤنی حرکت پر پشیمان ہونے کے بجائے فخر کرتا ہے:

''خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد''

یہ سچ ہے کہ انسان اپنے کلام، لباس، گھر، دفتر

(باقی صفحہ 18 پر)

# جاوید احمد غامدی

## سیاق وسباق کے آئینہ میں

تیرہویں قسط

حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

### موسیقی سے متعلق غامدی کا گمراہ کن نیا مذہب

ماقبل میں تصویر سے متعلق غامدی صاحب کے منشور کا جو حصہ پیش کیا گیا ہے، اسی دفعہ:۱۲ کے ذیل میں غامدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''موسیقی اور دوسرے فنون لطیفہ کے بارے میں یہ حقیقت تسلیم کی جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اصلاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ یہ ان کی نوعیت اور ان کا استعمال ہے جو بعض حالات میں ان کی ممانعت کا سبب بن جاتا ہے اور (وہ بھی) اس طرح از روئے تشریع نہیں بلکہ از روئے قضاء بعض صورتوں میں ان کی حرمت کا حکم ہے۔'' (منشور۱۳)

**تبصرہ:** غامدی صاحب نے موسیقی کے جواز کا جو فتویٰ دیا ہے یہ ان کی کسی غلط فہمی یا اجتہاد یا تحقیق میں لغزش کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ غامدی صاحب نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حق کے مقابلے میں ایک گمراہ کن راستے اور نئے مذہب کا انتخاب کیا ہے۔ موسیقی کا عمل اور موسیقار لوگوں کا کردار معاشرے میں ہر کس وناکس کی نظروں میں اخلاقی اعتبار سے ایک گھٹیا کام ہے، کوئی شریف آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ غلط حرکات اور یہ غلط کام شریعت کا حصہ ہوسکتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے جو کام کسی مسجد ومدرسہ کے قریب بھی برداشت نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ شرافت کی محفلوں میں بھی اس کو گوارا نہیں کیا جاتا ہے، اس قبیح عمل کے بارے میں غامدی صاحب اپنے منشور میں لکھتے ہیں کہ: شریعت میں یہ اصلاً ممنوع نہیں ہے اور اگر خارجی اور عارضی وجوہات سے اس کو برا مان کر حرام کہا جاتا ہے تو وہ بھی شرعی اعتبار سے نہیں بلکہ کسی آدمی کے فیصلے کے اعتبار سے ہوگا، گویا شریعت نے کبھی بھی موسیقی کو حرام اور ممنوع نہیں کہا ہے۔ غور فرمالیجئے کہ غامدی صاحب کے ہاں تصاویر اور آڈیو ویڈیو فلمیں اور باجے گاجے، آرمونیم اور طبلے، سارنگیاں اور رقص وسرود سے اچھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے، اس لئے انہوں نے اس کو اپنے منشور کا بنیادی حصہ بنادیا۔ موسیقار، فلمسٹار، اداکار جیسے لوگوں کے یہ مخرب اخلاق افعال اور اخلاق باختہ لوگوں کی یہ ناشائستہ حرکات خبیثہ کو غامدی صاحب نے فنون لطیفہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ درحقیقت یہ فنون لطیفہ نہیں ہیں، بلکہ فنون خبیثہ ہیں جو نفوس خبیثہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ غامدی صاحب نے ان قبیح افعال کو اپنی قلم کاری اور مضمون نگاری اور اپنی ہوشیاری وعیاری ومکاری وعیاری وشطاری کے زور سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک اس کا تشریعی مقام ہے، اس میں تو یہ بالکل جائز ہے۔ دوسرا اس کا مقام قضاء ہے جو کسی قاضی کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے تو قاضی کے فیصلے اور حکمت ومصلحت کے اعتبار سے کسی صورت کو حرام کہا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں۔ سبحان اللہ! کسی حرام عمل کو جائز کے زمرے میں لانے کے لئے غامدی صاحب کتنی محنت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غامدی صاحب کو زور قلم عطا فرمایا، قوت گویائی عطا فرمائی، مضمون نگاری کا سلیقہ عطا فرمایا، کاش! اگر غامدی صاحب راہ راست پر چلنے لگتے اور ان کی یہ محنت حق کی حمایت کے لئے ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں تصویر وموسیقی اور فنون لطیفہ کے اختیار کرنے میں آزاد منش اور اخلاق باختہ لوگ غامدی صاحب کے کسی فتویٰ کے انتظار میں تو بیٹھے ہوئے نہیں تھے جس نے غامدی صاحب کو موسیقی کے جواز کے فتویٰ دینے پر مجبور کیا؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غامدی صاحب کو اس خلاف شرع فتویٰ صادر کرنے کے لئے اس کی اسی گمراہ ذہنیت نے مجبور کیا جو امین احسن اصلاحی اور حمید الدین فراہی سے ان کو میراث میں ملی ہے اور پھر غامدی صاحب نے اپنے پیروکاروں کے سپرد کردی ہے: ''والولد سر الثلاثة''۔

اب میں قرآن وحدیث، اجماع امت اور فقہاء کے فتووں کی روشنی میں موسیقی سے متعلق کچھ مختصر عرض کرنا چاہتا ہوں، اگرچہ موسیقی کا مسئلہ بہت وسیع اور تفصیل طلب ہے، لیکن میرے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ یہاں زیادہ ضرورت ہے۔

### موسیقی کی حرمت وممانعت پر قرآن کی آیات

غنا اور مزامیر اور گانے بجانے کی حرمت سے متعلق قرآن عظیم میں چار آیات ہیں، میں یہاں صرف دو آیتوں کو نقل کرتا ہوں، پہلی آیت سورۃ لقمان میں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔'' (لقمان:۶)

ترجمہ: ''بعض لوگ ایسے ہیں جو ان

باتوں کے خریدار ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں، تاکہ بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس راہ کی ہنسی اڑائیں، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔"

تفسیر:.....شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں کہ سعدائے مفلحین کے مقابلہ میں یہ ان اشقیا کا حال ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ، رنگ، کھیل تماشے، یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں، چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی انہیں مشاغل وتفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کردیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔

حضرت حسن بصری ؒ "لھو الحدیث" کے متعلق فرماتے ہیں:

"ھو کل ما شغلک عن عبادۃ اللّٰہ وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوھا۔"

(روح المعانی)

ترجمہ: "لہوالحدیث ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ۔"

روایات میں ہے کہ نضر بن حارث نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی جس کو دیکھتا کہ اس کا دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا، اس کے پاس لے جاتا اور کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا، یہ اس سے بہتر ہے جدھر محمد بلاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی: ۵۴۷ کا خلاصہ)

سنن بیہقی اور مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے "لھو الحدیث" کی تفسیر میں فرمایا: "ھو واللّٰہ الغناء" یعنی "خدا کی قسم! اس سے مراد گانا ہی ہے۔" حضرت ابن عباس ؓ "لھو الحدیث" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "ھو الغناء وأشباھہ۔" یعنی "لھوا لحدیث" سے مراد گانا اور اسی قسم کی چیزیں ہیں۔"

امام تفسیر حضرت مجاہد ؒ فرماتے ہیں:

"ھو اشتراء المغنی والمغنیۃ والاستماع إلیہ وإلی مثلہ من الباطل۔" یعنی "لھو الحدیث" سے گانے والے غلام اور گانے والی لونڈی کا خریدنا اور اس کا گانا سننا مراد ہے اور اس جیسی دیگر خرافات کا سننا مراد ہے۔" (بحوالہ اسلام اور موسیقی، تالیف: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع ؒ :۹۱، ۹۲)

گانا اور طبلے باجے کی حرمت پر دوسری آیت سورۂ بنی اسرائیل میں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔" (بنی اسرائیل:۶۴)

ترجمہ: "ان میں سے جس پر تو قابو پائے اسے اپنی آواز کے ذریعے (راہ راست سے) ہٹا دے۔"

تفسیر: اس آیت میں "بصوتک" کے الفاظ ہیں، اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے گانا مراد ہے، چنانچہ روح المعانی ج:۱۵ ص:۱۱۱ میں اس طرح ہے: "قال ابن جریر: "بصوتک" قال: باللھو والغنا" یعنی "صوت" سے مراد لہو ولعب اور گانا ہے۔" علامہ سیوطی ؒ اپنی تفسیر "الاکلیل" میں مجاہد ؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "قال مجاھد: صوت الغناء والمزامیر وقال الحسن: الدف" یعنی" مجاہد ؒ نے صوت کی تفسیر گانے اور آلات غناء سے کی ہے اور حسن بصری ؒ نے صوت سے دف مراد لیا ہے۔" ابن ابی حاتم ؒ نے اپنی تفسیر "إغاثۃ اللھفان، ج:۱، ص:۲۵۵" پر ابن عباس ؓ کی روایت میں "بصوتک" کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو گناہ اور نافرمانی کی طرف بلائے اور یہ بات معلوم ہے کہ گناہ کی طرف بلانے والی چیزوں میں سب سے بڑھ کر گانا ہے۔

اور اسی وجہ سے شیطان کی آواز کی تفسیر گانے سے کی گئی ہے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ ان آیات کی تفاسیر کے بعد فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات سے ان تفاسیر کی روشنی میں بظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ غناء ومزامیر مطلقاً حرام ہیں۔ (بحوالہ اسلام اور موسیقی، ص:۱۰۳)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں آلات لہو ولعب اور طبلے وباجے کو گمراہی کا سبب بتایا اور اس کی ممانعت کو بیان فرمایا، اس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دین اسلام اور راہ حق سے گمراہ کرنے والا قرار دیا اور اس کے لئے ذلت آمیز عذاب کا وعدہ فرمایا، باجے گاجے اور طبلے سارنگیوں کو شیطان کی ملعون آواز قرار دیا جس سے وہ لوگوں کو کھینچ کر گمراہ کرتا ہے۔ ان آلات لہو ولعب اور باجوں گاجوں کی محافل کو بے ہودہ اور بدترین مجوث قرار دیا، جس میں داخل ہونے والے اچھے لوگ نہیں ہوتے ہیں، ایک طرف تو موسیقی کی اتنی شدید وعید اور شدید ممانعت کو دیکھئے اور دوسری طرف غامدی صاحب کو دیکھئے، وہ اس کو فنون لطیفہ کہتے ہیں جو اصلاً ممنوع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ممنوع ہیں، غامدی صاحب کہتے ہیں: ممنوع نہیں ہیں۔ یہ بات انتہائی خطرناک ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ غامدی صاحب ایک ناجائز کام کو جائز کہہ کر اسلام اور مسلمانوں کی کونسی خدمت کر رہے ہیں؟ اس لکھنے کا فائدہ کیا ہے؟ اور پھر منشور کا دفعہ بنا کر اس کو اتنا اہم کیوں

بناتے ہیں؟ بس صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص کی رگ وریشہ میں گمراہی گھر کر چکی ہے، اب ہر جگہ اس کو رحمٰن کے نظام کے مقابلے میں شیطان کا نظام اچھا لگتا ہے۔

## شیطان کی آواز کی تفصیل:

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں ''صوتک'' سے تمام مفسرین نے شیطان کی آواز مراد لی ہے اور شیطان کی آواز سے گانے اور باجے وغیرہ مراد لئے ہے۔ شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، اس نے کھل کر بغاوت کی اور پھر قسم کھا کر بغاوت کے راستے کو اختیار کرنے اور لوگوں کو اس پر چلانے کا اعلان کیا، اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان ﷺ کے ذریعہ سے شیطان کے ہر راستے کو مسدود کرنے کا انتظام فرمایا، چونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو شیطان کی آواز بہت بری لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں شیطان کی آواز سے بھرپور نفرت کا اظہار کیا گیا ہے اور جہاں جہاں شیطان کی آواز سے مشابہ کوئی آواز اٹھتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ممنوع اور حرام قرار دیتے ہیں۔

شیطان کی آواز اگر کسی نے نہیں سنی ہے تو جن لوگوں پر جنات چڑھ آتے ہیں وہ لوگ ابتدا میں ایک پتلی اونچی چیخ مارتے ہیں جس سے ہر سننے والا خوفزدہ ہوجاتا ہے، یہی شیطان کی آواز ہے۔ کیونکہ جنات اور شیاطین ایک ہی نوع ہے، فرق اتنا ہے کہ جو کم شرارتی ہوں وہ جنات ہیں، جو انتہائی شرارتی ہوں وہ شیاطین ہیں اور جن میں شرارت نہ ہو وہ پریاں ہیں۔ تو جنات کی آواز اور شیطان کی آواز ایک طرز پر ہے، گویئے اور ڈوم جب گانا گاتے ہیں تو ان کی آواز شیطان کی طرح ہوتی ہے، آرمونیم اور باجے، بانسری کی آواز اسی طرح ہوتی ہے، اسی لئے قرآن وسنت میں ان آوازوں کو شیطان کی آواز کہہ کر حرام قرار دیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں جو ''بصوتک'' کا کلمہ ہے، مفسرین نے شیطان کی آواز ہی کو گانا قرار دیا ہے۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معلوم ہوا گانا بجانا شیطان کا ہتھیار ہے، جس کے ذریعہ سے وہ نوع انسان کو سیدھے راستے سے بھٹکانے کا کام لیتا ہے۔

اسی طرح مصیبت کے وقت میت پر نوحہ اور بین کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نوحہ خوانی اور سوز خوانی میں بھی شیطان کی آواز کی طرح آواز ہوتی ہے۔ عمدۃ القاری نے ایک روایت نقل کی ہے، الفاظ یہ ہیں: ''ولا یغنی إلا الشیطان ...'' گانا صرف شیطان گاتا ہے۔'' بہرحال شیطان کے مشابہ افعال اور شیطان کے مشابہ اصوات واقوال سے اسلام منع کرتا ہے۔

(جاری ہے)

## بقیہ: متمدن انسان غیر متمدن انسانیت

اور سواری کے انتخاب میں تو مہذب ہو گیا اور ترقی کر گیا، لیکن اس کے ساتھ اپنے اخلاق وسلوک اور انسانی قدروں کو اس نے قربان کردیا ہے۔ اب چاہے جتنی کوششیں صرف کی جائیں، جتنی ہی تقریریں ہوں، کتنی ہی کانفرنسیں منعقد ہوں، برسوں معاہدے کئے جائیں اور قوانین وضع کئے جائیں، سب بے سود، اس لئے کہ بہتر سے بہتر معاہدے کئے جاچکے ہیں، لیکن صرف کاغذ پر۔

پسماندہ ممالک کی بات ہی نہیں، ترقی یافتہ یورپی ممالک میں زندگی غیر محفوظ ہوکر رہ گئی ہے۔ حتی کہ امریکا میں بھی ہر شخص ہر گھڑی اور ہر آن، اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتا ہے۔ قتل کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں، انفرادی و اجتماعی مظالم شباب پر ہیں، تجارتی منڈیوں میں ڈاکہ زنی عام ہے اور ان جرائم کا تناسب گھٹنے کے بجائے بڑھتا ہی جارہا ہے، بعض دانشوروں نے ان جرائم کی زیادتی کی وجہ نفسیاتی دباؤ کو قرار دیا ہے اور یہ تجویز پیش کی کہ: ''انسانوں پر سے ہر قسم کی بندشیں اور پابندیاں اٹھالی جائیں اور انہیں نفسیاتی دباؤ سے مکمل آزادی دے دی جائے'' تو شاید ذہن کو کچھ سکون مل جائے، لیکن ان پابندیوں کے ہٹنے سے نفسیاتی دباؤ میں اور اضافہ ہوگیا۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں خودکشی کا تناسب آسمان کو چھو رہا ہے، یورپی سوسائٹی میں نفسیاتی دباؤ سے نیند کی گولیاں اور نشہ آور دواؤں کا استعمال عام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج انسان نے بہت سی بیماریوں پر قابو پالیا ہے لیکن اس کی خودسر سیاست، دوسروں پر غلبہ کی ہوس اور اس کی بے راہ روی نے نئی نئی لاعلاج بیماریاں پیدا کردی ہیں جن کے سمجھنے اور جن پر قابو پانے سے اطباء بھی عاجز نظر آتے ہیں۔ جرم کے پہچاننے، سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے، بلکہ دل کی دھڑکنوں تک کا پتہ لگانے کے لئے مشینیں تو ایجاد کرلی گئیں، لیکن انسان اپنی فراست، ذہانت اور عقلمندی کھو بیٹھا اور اپنی فطری صلاحیتوں اور طبعی خصوصیات سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

عہد ماضی میں علم کا تناسب بہت کم تھا، اس لئے سمجھا جاتا تھا کہ جہالت و نادانی کی وجہ سے انسان حادثات سے دوچار ہوتا ہے، لیکن جوں جوں علم بڑھتا گیا، انسان کی ہلاکت و بربادی کی نئی نئی شکلیں سامنے آتی گئیں اور حوادث کا گراف بڑھتا گیا۔ اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے ہی انسان اور اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے، اس لئے کہ جن کے ہاتھوں میں علم کا پرچم ہے اور جو سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے ہیں، وہی لوگ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں اور تخریب کے نئے میدان تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ ☆☆☆

# مرزائی مغالطے

جناب محمد ولی رازی صاحب

## پہلا مغالطہ:

مرزا اور ان کے متبعین عام لوگوں کو یہ کہہ کر ورغلاتے ہیں کہ خاتم، یعنی ت کے زیر کے ساتھ اگرچہ ختم کرنے والے کے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے بعد مستقبل میں کوئی اور نہ آسکے، جیسے اکثر محاورے میں کہا جاتا ہے، فلاں شخص خاتم المفسرین ہے۔ خاتم المحدثین ہے، اس میں مجازی معنی مراد ہے اور یہ اس شخص کے لئے تعریفی مبالغہ ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اس شخص پر ذہانت ختم ہے، اس کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ اب اس کے بعد کوئی ذہین آدمی پیدا نہیں ہوگا۔

اپنی اس پُرفریب دلیل پر یہ لوگ بہت خوش ہوتے ہیں اور عام لوگ اس مغالطے میں پھنس کر ان کے ہمنوا ہوجاتے ہیں۔ اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ محاورے میں جو خاتم المفسرین اور خاتم المحدثین کہا جاتا ہے وہ انسان کا کلام ہے۔ انسان کو کچھ پتہ نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے، کتنے لوگ محدث ہوں گے، مفسر اور کتنے آوارہ پھریں گے۔ اس لئے اول تو اس کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی کے لئے خاتم المفسرین یا خاتم المحدثین ہونے کا دعویٰ کرے، لیکن اگر کسی کے کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں تو لامحالہ ان کو مجاز یا مبالغے پر محمول کیا جائے گا ورنہ یہ کلام بے معنی بلکہ جھوٹ ہوجائے گا۔

یہ خلاق عالم، اللہ رب العلمین کا کلام ہے، جس کا علم محیط ہے اور اپنے اختیار سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا ہے، لہٰذا اگر اللہ رب العلمین کے کلام میں کسی کے لئے ”خاتم النبیین“ کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے تو اس کے ظاہری معنی میں جبکہ صحابہؓ و تابعینؒ اور علمائے سلف کا اجماع ہوچکا ہے تو اس کا مجازی معنی پر محمول کرنا مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔

پھر جب قرآن کریم کی ان سو آیات اور دو سو دس احادیث میں خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہی مراد لئے گئے ہیں تو اب کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس لفظ کے مجازی معنی اختیار کرے۔ (ماخوذ از ختم نبوت، ص:۱۳۲)

اس بارے میں امام غزالیؒ کے یہ چند جملے اس مسئلے پر مہر لگادینے کے مترادف ہیں، فرماتے ہیں:

”آیت ختم النبیین میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص اور جو شخص اس میں کسی قسم تخصیص کی تاویل کرے اس کا کلام ہذیان کی قسم سے ہے اور یہ تاویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی، کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کررہا ہے جس کے متعلق امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے، وہ مؤول یا مخصوص نہیں ہے۔“ (حوالہ بالا، ص:۱۳۳)

## دوسرا مغالطہ:

مرزائی حضرات ایک اور مغالطہ بڑے جوش و یقین کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مرزا کی جھوٹی نبوت کے حق میں قلعہ فتح کرلیا ہے، وہ کہتے ہیں:

”اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں، کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ ان کے آنے کا مسلمانوں کا اجتماعی عقیدہ ہے اور قرآن کریم کا واضح بیان ہے، لہٰذا یا خاتم نبوت کا انکار کیجئے یا نزول مسیح کا عقیدہ چھوڑ دیجئے۔“

جواب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا اعزاز سب سے آخر میں عطا ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ منصب آپؐ سے صدیوں پہلے عطا ہوچکا تھا اور یہ منصب اب بھی ان کو حاصل ہے۔ جب آخری زمانے میں آپ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اگرچہ وہ نبی ہوں گے، مگر وہ نہ کوئی شریعت لائیں گے اور نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو منسوخ کریں گے، بلکہ ایک امتی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی پر عمل کریں گے، اور وہ اپنی آسمانی کتاب انجیل کو بھی منسوخ قرار دیں گے، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا آخر میں آنا بحیثیت نبی کے نہیں ہوگا، بلکہ ایک امتی کی حیثیت سے ہوگا۔ جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پچھلی تمام نبوتوں اور شریعتوں کو منسوخ کردیا ہے، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت بھی شامل ہے، اس لئے آپؐ کے بعد کسی کو نبوت کا اعزاز قیامت تک نہیں دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں۔ ان پر موت واقع نہیں ہوئی۔ دنیا میں آنے کے بعد ایک عدل و انصاف پر مبنی حکومت قائم کریں گے، شادی کریں گے، دجال کو قتل کریں گے اور پھر وفات پائیں گے۔ (حوالہ بالا)

خود مرزا غلام احمد کا یہ اعتراف ملاحظہ کیجئے کہ ان کے نزدیک خاتم کے کیا معنی ہیں؟

”میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا۔ پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد میں اس کے میں نکلا تھا اور میرے

بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد ہوں۔'' (آئینہ قادیانیت، از تریاق القلوب، ص:۱۵۷، روحانی خزائن، ص:۴۷۹، ج:۱۵)

مرزا صاحب کے نزدیک ''خاتم الاولاد'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد ان کے والدین کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی، تو خاتم النبیین کا بھی یہی ترجمہ ہوگا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظلی یا بروزی پیدا نہیں ہوگا۔

اس سے دو فائدے حاصل ہوئے، اول یہ کہ ختم نبوت اور نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدوں میں کوئی تعارض نہیں، جیسا کہ اوپر یہ مغالطہ پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ مسیح علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کی نبوت خود ان کے اعتراف کے مطابق خاتم النبیین کے خلاف ہے، کیونکہ خاتم کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ دعاوی مرزا کی فہرست خود ایک مستقل چیستان ہے جس سے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ مرزا اپنے آپ کو کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ان کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ وہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی مسیح موعود ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو رکیک حملے کئے ہیں جو مغلظات بکی ہیں، ان پر چوری اور جھوٹ بولنے کے الزام لگائے ہیں۔ تنہا وہی مرزا کو جھوٹا اور بداخلاق ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

**تیسرا مغالطہ: رسول اللہ (ﷺ) نبی ساز ہیں:**

یہ دعویٰ پچھلے سب دعووں سے زیادہ عجیب اور تضاد کا مجموعہ ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب قلابازیاں کھائی ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے، اور آپ کی توجہ روحانی ''نبی تراش'' ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، ص:۹۷، حاشیہ، ص:۹۷، از روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۴۹)

یہ اقتباس ختم نبوت، ص:۱۴۴ سے لیا گیا ہے۔

قرآنی آیات کی اس نوایجاد تفسیر کا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ کسی کو نبی بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے، جس پر آپ چاہیں نبوت کی مہر لگادیں، وہ نبی بن جائے گا۔ چنانچہ مرزا فرماتے ہیں:

''ایک وہی ہے جس کو مہر سے ایسی نبوت مل سکتی ہے۔'' (ختم نبوت، ص:۱۴۴)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نبوت ایک اکتسابی چیز ہے، جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کرلے وہ نبی بن جائے گا۔ حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ نبوت کا منصب خالصتاً وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، وہ جس کو چاہتے ہیں نبی یا رسول بنادیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس مسئلے کو کھول کر بیان کردیا گیا ہے:

''اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کریں۔''

لیکن مرزا صاحب کو اس تفسیر سے ایک نئی پریشانی پیدا ہوگئی کہ اس تفسیر کے مطابق تو بے شمار نبی بن سکتے ہیں اور مرزا صاحب بھی نبوت کو اتنا عام نہیں کرنا چاہتے کہ اس میں ان کے سوا کوئی دوسرا شامل ہو اور یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ جس نبی کو (بقول مرزا) نبی بنانے کا اختیار دیا گیا ہو، وہ تیرہ سو برس تک ایک نبی بھی نہ بنا سکا۔ ایک لاکھ سے زیادہ جاں نثار صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اس کو نبی بنایا جاتا۔ دوسرے الفاظ میں صحابہ کرامؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی نہیں کی پھر جن زمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرالقرون فرمایا، ان میں سے بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ آپ کی توجہ روحانی سے نبی بن سکتا۔

گویا تیرہ سو برس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ، روحانی کوئی کام نہ کرسکی۔ (معاذ اللہ)۔

چودھویں صدی میں مرزا صاحب نے جنم لیا تو اس روحانی کا پھل صرف ایک شخص یعنی مرزا کو ملا۔ تیرہ سو برس تک یہ توجہ روحانی (معاذ اللہ) معطل رہی۔

یہ قرآن کی تحریف تو ہے ہی لیکن خاتم الانبیاء کی شان میں کتنی سنگین گستاخی اور توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

**چوتھا مغالطہ: میں ہی محمد ہوں:**

مرزا صاحب نے جو اوپر ''نبی تراش'' کی تفسیر کی ہے۔ انہیں اس پر بھی اطمینان نہیں ہوا۔ اب ان کے ذہن نے ایک نیا شوشہ چھوڑا، یا ان کے حافظے کی خرابی کہئے کہ اب جو کچھ اشارہ ہو رہا ہے وہ اوپر والے بیان کے بالکل خلاف ہے۔ ایک عام شخص بھی اپنی بات جو وہ کتاب میں لکھ چکا ہو اس کے خلاف دعویٰ کرتے ہوئے شرماتا ہے کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، یہاں یہ فطری جذبہ بھی نظر نہیں آتا۔ انہوں نے ایک آیت کی تحریف کا ایک بالکل الگ رُخ اختیار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیین میں اتنا گم ہو کہ بہ باعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو، اور صاف آئینے کی طرح محمدی چہرے کا انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا، کیونکہ وہ محمدی ہے، گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس کے دعوائے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے پھر بھی

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا۔ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔“

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۰۹)

پہلے تو مرزا صاحب اور ان کی امت سے یہ پوچھئے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی صحیح ہے؟ پہلی روایت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے نبی بن سکتے ہیں، یعنی ان کی مہر سے نبی وجود میں آتے ہیں یا یہ مذکورہ بالا روایت جس میں کس دلیری سے کئی دعوے کئے گئے۔ اول تو یہ کہ وہ خاتم النبیین میں اتنے متحد ہو گئے کہ غیریت ہی ختم ہو گئی اور ان ہی کا نام پالیا اور صاف آئینے کی طرح محمد کے چہرے کا انعکاس ہو تو بغیر مہر توڑے ہی نبی کہلائے گا، گو ظلی طور پر۔ دوم یہ کہ: ”باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے، پھر بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا۔ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔“ کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی۔ اس پیچیدہ عبارت کا خلاصہ ختم نبوت میں یہ اخذ کیا گیا ہے کہ کسی شخص کے دعوائے نبوت سے مہر ٹوٹ جاتی ہے۔ یعنی خاتم النبیین کے وہی معنی ہیں جو امت مسلمہ نے لئے ہیں، لیکن نبی بننے کے شوق میں ان کو ہندوانہ عقیدے تناسخ اور حلول میں پناہ لینی پڑی۔ مطلب یہ کہ جو شخص (مرزا قادیانی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی ہو یا بروز بن جائے وہ عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کیونکہ اس کا آنا کسی اور نبی کا آنا نہیں ہے۔ وہ خود آپ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

آیئے اس نئے دعوے کے نتائج پر نظر ڈالتے ہیں:

۱:... اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے کوئی شخص ظلی یا بروزی عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔

۲:... اگر یہ صحیح ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے مرزا صاحب کی پیدائش تک کیا کسی اور کو بھی یہ کامل اتباع نصیب ہوا یا نہیں؟ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں اور فاروق اعظمؓ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ: ”لو کان بعدی نبی لکان عمر“.. اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے..۔ کیا یہ حضرات ظلی مصطفیٰ بن گئے تھے یا نہیں؟ اس کے علاوہ وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے آپؐ کے سامنے اپنے جسموں کو ڈھال بنا کر لہولہان کر لیا، جنہوں نے آپ کے اشارے پر اپنے ماں باپ، بھائی کے خلاف قتال کیا، جنہوں نے ساری دنیا پر آپ کی محبت کے مقابلے میں لات ماردی۔ کیا ان میں کوئی اس قابل نہ ہوا کہ ان میں محمدی چہرے کا انعکاس ہو؟

۳:... مرزا صاحب نے ظل و بروز کی یہ کہانی غالباً ہندوؤں کے عقیدے تناسخ اور حلول سے اخذ کی ہے لیکن شرم کی بات ہے کہ انہوں نے اس کو بھی سمجھ کر نہیں لیا۔ ہندوؤں کا تناسخ (جنم) کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ جو شخص اپنے اعمال کی بنا پر کسی دوسرے جون میں آجائے وہ بعینہ پہلا شخص ہوتا ہے، اس کے حقوق وہی ہوتے ہیں جو پہلے شخص کے تھے۔

۳:... کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ آپ کے ظل اور بروز کے فلسفے پر کیا کوئی قرآن وحدیث کی کوئی شہادت بھی موجود ہے؟ کسی صحابی کا کوئی قول، کسی حدیث کا کوئی اشارہ آپ دکھا سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اس بنیادی عقیدہ رسالت میں ہندوانہ عقیدے کو ٹھونستے ہوئے آپ کو غیرت نہیں آئی؟

۴:... اس کے برخلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں اس عقیدے کے بطلان کا صاف اعلان فرمایا، آپ نے بطور وصیت فرمایا:

”یا ایہا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ۔“

(مسلم، نسائی عن ابن عباس)

ترجمہ: ”اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔“

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے اسی مضمون کی روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔“

ترجمہ: ”نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہا، سوائے اچھے خوابوں کے۔“

لہٰذا ظلی و بروزی کی کیسے گنجائش نکل سکتی ہے اور مبشرات کے متعلق ان روایات پر مرزا صاحب نے ایک نئے مغالطے کی تعمیر کھڑی کی ہے۔

## پانچواں مغالطہ: نبوت ختم نہیں ہوئی

مرزا صاحب نے سلسلہ نبوت کے جاری ہونے پر ایک اور دعویٰ بے سوچے سمجھے پیش کر دیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث نبوی کے مطابق کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے اچھے خوابوں کے۔ یہ مضمون اور بھی احادیث میں آیا ہے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی ہیں اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ مبشرات کو صحیح احادیث میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔

مرزائی حضرات اس حدیث پر خوشیاں مناتے ہیں کہ ان احادیث سے نبوت کا بقا اور جاری ہونا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ان احادیث میں بتایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے۔ اس سے نبوت کے وجود کا باقی رہنا ثابت ہو گیا ہے یعنی نبوت ختم نہیں ہوئی۔ یہ بھی کچھ کم مضحکہ خیز دعویٰ نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے

ایک جزو کے باقی رہنے سے اس پوری چیز کا موجود ہونا لازم نہیں آتا اور نہ جزو کا وہ نام ہوتا ہے جو اس کے کل کا ہوتا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ ناخن کو انسان کہا جائے۔ نمک کو پلاؤ کہا جائے، تکبیر کو نماز کہا جائے، کلی کرنے کو غسل کہا جائے کیونکہ وہ غسل کا جزو ہے، ناخن انسان کا جزو ہے، نمک پلاؤ کا جزو ہے۔ خود ان احادیث میں بھی نبوت کے اسی جزو کا نام مبشرات ہے۔ اگر اس سے پوری نبوت مراد ہوتی تو اس کو الگ نام کے بجائے یہ کہا جاتا کہ نبوت باقی ہے جبکہ یہ صراحت ہے کہ نبوت ختم ہوچکی ہے۔

کوئی بھی عقل والا انسان جزو اور کل کو نام میں بھی برابر نہیں کرتا تو احکام میں ایسا کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر ناخن کو انسان نہیں کہہ سکتے تو نبوت کے چھیالیسویں حصے کو بھی نبوت نہیں کہہ سکتے۔

پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا استثنیٰ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصے کا استثنیٰ کیا ہے تو مرزا صاحب کی ایجاد کردہ ظلی ہو یا بروزی، تشریعی ہو یا غیر تشریعی وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں باقی نہیں رہے گی کیونکہ یہ وضاحت ہے کہ نبوت باقی نہیں رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جن احادیث سے وہ اپنی نبوت کو باقی رکھنے کی کوشش کررہے تھے ان ہی احادیث سے ان کی ایجاد کردہ نبوت کا خاتمہ ثابت ہوگیا۔

ایک اور دلیل: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ بن جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور زیادہ ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکے بعد دیگرے ان کے (ساتھ) بیعت کا حق ادا کرو۔'' (ختم نبوت، ص:۱۵۰ از صحیح بخاری، ج:۱، ص:۴۹۱ و مسلم کتاب الایمان ومسند احمد، ج:۲، ص:۲۹۷، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی شیبہ)

اس حدیث میں غور کیجئے کہ اول تو نبوت کے بالکلیہ انقطاع اور اختتام کی خبر دی اور جو چیز نبوت کے قائم مقام باقی رہنے والی تھی اس کی وضاحت بھی کردی کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا باقی رہنا ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں آنے والے خلفاء کا تو ذکر فرمائیں اور انبیاء کے ذکر کو چھوڑ دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف اعلان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی ظلی یا بروزی نہیں آسکتا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کی اقتدا کا حکم فرمایا، ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: ''ان دو شخصوں کا اقتدا کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔'' (بخاری ومسلم)

کسی بعد میں آنے والے نبی کی اقتدا کا ذکر نہیں ہے۔ اب مرزا صاحب اگر خود کو مسلمان کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اقتدا کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی اقتداء کا فریضہ انجام دیں، نبی بننے کی کوشش نہ کریں۔

ختم نبوت کے اثبات میں حضرت والد ماجدؒ نے سو (۱۰۰) قرآنی آیات اور دو سو دس (۲۱۰) احادیث اپنی کتاب ''ختم نبوت'' میں پیش کی ہیں، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ان تمام آیات کا حاصل یہی ہے کہ نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوچکی ہے اور مرزائی نبوت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ اس تحریر کو مختصر اور آسان رکھنا ہے، اس لئے ایک دو روایت ختم نبوت کے ثبوت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔'' (المائدہ:۳)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔''

یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج میں عرفہ کے دن جمعہ کے روز نازل ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی (۸۱) روز سے زیادہ دنیا میں زندہ نہیں رہے۔ (ابن کثیر، درمنثور)

اس عرصے میں ابن کثیرؒ اور ابن جریرؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حلت اور حرمت وغیرہ کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ صرف دو تین آیات کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس کے بعد نازل ہوئیں اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں اسی آیت کو آخری قرار دیا ہے۔

یہ آیت اس امت کی ایسی عظیم الشان خصوصی فضیلت ہے جو کسی دوسری امت کو نہیں ملی۔

یعنی اس امت پر ہدایت و نبوت کا وہ سفر جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل کردیا گیا۔ اب انسانوں کو کسی نئے نبی کی اور کسی نئی شریعت وہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اب قیامت تک اسی رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل ہوگا، اسی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے نجات کی منزل طے ہوگی۔ (باقی صفحہ 24 پر)

# فتنۂ غامدیت اور فتنۂ قادیانیت

مولانا عبداللہ معتصم

اگر ہم تاریخ کے تناظر میں دیکھیں تو عباسی دور حکومت میں جب فلسفۂ یونان عربی زبان میں منتقل ہوا، اس کے ردعمل میں مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک بڑی اکثریت نے تو اسے قرآن وسنت سے متصادم پا کر اس کے تارو پود بکھیر دیئے اور یکسر مسترد کر دیا۔ دوسرے گروہ نے اس کی معقولیت سے مرعوب ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے۔ پہلا گروہ اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہوا اور دوسرے نے فرقہ معتزلہ کے نام سے شہرت پائی۔ معتزلہ نے عقل کو اصل قرار دے کر شریعت کو اس کے تابع کیا، کیونکہ یونانی فلسفہ کے اعتقادات وافکار اسلامی عقائد وافکار سے یکسر مختلف تھے اور ان کو فروغ دینے کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ خود آپ ﷺ کی سنت تھی جو قرآن کی حتمی تعبیر کی شکل میں مسلمانوں کے پاس محفوظ اور ان میں رائج تھی چنانچہ انہوں نے انکار سنت کی راہ اپنائی۔ نتیجے کے طور پر یونانی فلسفے کی روشنی میں جدید اصولوں کی بنیاد پر معتزلہ کا ایک نیا اسلام وجود میں آیا جس کا کوئی تصور صحابہ کرامؓ اور ائمہ کرام کے دور میں موجود نہ تھا۔ خلافت عباسیہ کے دور میں حکومتی سرپرستی کی وجہ سے اس فرقہ کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا لیکن ائمہ کرام کی انتھک محنتوں اور بے مثال قربانیوں کی وجہ سے یہ فرقہ زیادہ عرصے تک چل نہ سکا۔ ایک تاریخی واقعے کی حیثیت سے کتابوں کے صفحات تک محدود رہ گیا۔

انیسویں صدی میں جب سائنس نے پاپائیت کے نرغے سے نکل کر عملی تفوق پایا تو اس کے اثرات عالمگیر سطح پر مرتب ہوئے۔ سائنس کامیابی کا معراج سمجھا جانے لگا۔ پہلے کی طرح اس بار بھی مسلمانوں کی طرف سے دو طرح کا طرز عمل سامنے آیا۔ ایک طرف راسخ اور پختہ فکر علماء تھے جنہوں نے واضح کیا کہ مذہب کی بنیاد وحی ہے۔ دنیا کی کوئی مسلّمہ حقیقت وحی کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ ان حضرات میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اسمائے گرامی نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ اس کے مقابلے میں دوسرے گروہ نے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کے مطابق سائنسی نظریات کو مسلّمہ حقائق کا درجہ دے کر وحی کو ان کے مطابق ڈھالنے کی تدابیر شروع کر دیں۔ اس گروہ کے سرخیل سرسید احمد خان اور خوشہ چینوں میں حمید الدین فراہی اور امین حسن اصلاحی سرفہرست ہیں۔ ان حضرات نے عربی لغت کے بل بوتے پر قرآن کو سمجھنا شروع کر دیں۔ ائمہ مجتہدین کے وہ تفاسیر اور تاویلات جو حدیث اور صاحب قرآن کے مزاج کو سامنے رکھ کر کی گئی تھیں ان کو ائمہ کے ذاتی خیالات واجتہادات کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ اپنی ضرورت اور چاہت کے مطابق قرآن کی تفسیر اور شریعت کی وضاحت شروع کی۔ امین حسن اصلاحی اور حمید الدین فراہی کا ایک خوشہ چین "محمد شفیق عرف کاکو شاہ ککے زئی" تھا جس کی گھٹی میں ہر دو حضرات نے انکار حدیث، تجدد پسندی، لغت پرستی اور شریعت کی من چاہی تعبیر کا سارا زہر انڈیلا تھا۔ اتنی لمبی تمہید ہم نے اسی مبارک شخصیت محمد شفیق عرف کاکو شاہ ککے زئی کے تعارف کے لئے باندھی۔ یہ حضرت آج کل "جاوید احمد غامدی" کے نام سے مشہور ہیں جن کا ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر بڑا غلغلہ ہے، جن کی چرب زبانی، طلاقت لسانی اور الٹے سیدھے فلسفے سے متاثر ہو کر بہت سارے سادہ لوح مسلمان شریعت کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو گئے، جو وضع قطع میں اسلامی شعائر سے عاری، نام نہاد روشن خیالی کے پرزور داعی، دینی اصولوں میں جدت وارتقاء کے نام پہ من چاہی تحریف کے قائل وفاعل ہیں اور دینی احکام کی عملی تعبیر کو انتہاء پسندی اور دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ محمد شفیق "کاکو شاہ ککے زئی" سے جاوید احمد غامدی کیسے بنے، یہ ایک قضیہ پر پیچ ہے۔ ہم اس سے بحث نہیں کرنا چاہتے۔ سردست ہم غامدی صاحب کے عقائد ونظریات کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔ غامدیت اور قادیانیت کے درمیان غیر معمولی مشابہت ومماثلت پر روشنی ڈالتے ہیں اور غامدی صاحب کی ہر مسئلہ میں الگ اور انوکھی رائے کن عزائم کا پیش خیمہ ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

### رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام:

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود بے بہبود کے ہاتھوں محفوظ، صحیح وسالم بچا کر اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا ہے، وہ اب تک زندہ ہیں، قیامت کے قریب آسمان سے ان کا نزول ہوگا اور دجال کو قتل کریں گے۔ دور نبوت سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک سوائے چند معتزلہ اور فلاسفہ کے کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا انکار نہیں کیا۔ تیرھویں صدی میں کچھ ملحدانہ ذہن رکھنے والوں کی اکا دکا آوازیں سننے کو ملیں۔ جنہوں

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور نزول سے انکار کیا اور جن احادیث مبارکہ میں رفع ونزول کا تذکرہ تھا ان کو بہ یک جنبش قلم اسرائیلیات اور ناقابل قبول قرار دے کر رد کر دیا۔ ان میں مصر کے شیخ محمد عبدہ، ان کے شاگرد علامہ رشید رضا، شیخ محمد شلوت اور مسیلمۂ ہند مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نمایاں نظر آتے ہیں۔ مصر کے علماء حق نے ان عقل پرستوں اور فلسفے کے دلدادہ حضرات کی خوب خوب خبر لی۔ بڑی شد و مد کے ساتھ ان کا رد کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ۱۸۹۱ء تک یعنی تقریباً ۵۲ سال تک وہی تھا جو امت مسلمہ کا ہے۔ ۱۸۹۱ء کے بعد اس نے رفع ونزول عیسیٰ کا انکار کیا اور خود عیسیٰ بن چراغ بی بی بن بیٹھا۔ ۱۸۹۱ء سے پہلے کی تحریر ملاحظہ ہو: ”حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔“ بعد میں مرزا قادیانی کا کیا عقیدہ تھا اس کا جانشین مرزا محمود لکھتا ہے: ”حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے پہلے خود مسیح کے آسمان سے آنے کا عقیدہ ظاہر فرمایا اور بعد کی تحریروں میں لکھا کہ یہ شرک ہے۔“ (حقیقۃ النبوۃ:۵۳)

جاوید احمد غامدی بھی رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کے منکر ہیں اور اس میں تردد اور تأمل ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے بارے میں نہ صرف یہ کہ قرآن بالکل خاموش ہے بلکہ اس سے جو قرائن سامنے آتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بارے میں کچھ سوالات ضرور ذہن میں پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرآن نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کا تذکرہ کیا ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے قیامت تک یہود پر غلبے کی پیشین گوئی بھی کی ہے۔ یہ نہایت موزوں موقع تھا کہ آپ کی آمد ثانی کا تذکرہ کر دیا جاتا اور اس غلبے کی پیشین گوئی بھی کر دی جاتی جس کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے حوالے سے روایات میں ہوا ہے...... پھر حدیث کی سب سے پہلے مرتب ہونے والی کتاب موطا امام مالک میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی سے متعلق کوئی روایت موجود نہیں۔ یہ چیز بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ایک روایت میں البتہ نبی ﷺ کا خواب بیان ہوا ہے، جس میں آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ بعض یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہی مضمون بڑھتے بڑھتے حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی میں تو نہیں بدل گیا۔“

(ماہنامہ اشراق جنوری ۱۹۹۶ء)

دوسری جگہ خامہ فرسائی کی ہے: ”سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی اور اس کے فوراً بعد ان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا تھا تاکہ یہود اس کی بے حرمتی نہ کریں۔“ (ماہنامہ اشراق، اپریل ۱۹۹۵ء)

اپنی کتاب ”میزان“ جو بقول ان کے ”ربع صدی کے مطالعہ وتحقیق کے بعد لکھی ہے“ میں نزول کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایک جلیل القدر پیغمبر کے زندہ آسمان سے نازل ہو جانے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ لیکن موقع بیان کے باوجود اس واقعہ کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی قرآن کے بین الدفتین کسی جگہ مذکور نہیں ہے۔ علم وعقل اس خاموشی پر مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اسے باور کرنا آسان نہیں۔ (میزان ص۱۷۸)

(جاری ہے)

## بقیہ: ...... مرزائی مغالطے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا حکم نازل ہوا اور نہ کوئی حرام کرنے والا اور نہ کوئی چیز فرائض وسنن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں۔

(ختم نبوت ص:۱۵۹، از درمنثور ج:۲، ص:۲۵۹)

حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو فاروق اعظمؓ رونے لگے (حالانکہ یہ امت کے لئے بڑی خوشخبری تھی اور عرفہ کا دن یوم عید تھا یہ موقع تو خوشیاں منانے کا تھا۔ راقم) لیکن فاروق اعظمؓ کی فراست نے اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سمجھا۔ جب آپؐ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ تو فاروق اعظمؓ نے عرض کیا:

ترجمہ: ”بے شک ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے لیکن جب وہ مکمل ہو گیا اور جب کوئی شے کامل ہو جاتی ہے تو پھر وہ ناقص ہو جاتی ہے۔“

(مطلب یہ کہ دین مکمل ہونے کے بعد اب اس میں ترقی وزیادتی نہیں ہوگی) آپؐ نے فرمایا: تم نے سچ کہا اور یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سمجھی گئی اور آپؐ اس کے بعد صرف اکیاسی (۸۱) روز اس عالم میں زندہ رہے۔ (حوالہ بالا از ابن ابی شیبہ وابن جریر الجوزی، درمنثور، تفسیر مظہری)

اس آیت کی یہ تاویل کرنا کہ اس میں دین مکمل کرنے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا، یا یہ کہنا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی یعنی عرفے کے دن اس سال فتح مکہ کی وجہ سے موسم حج تمام مشرکین کے تسلط سے پاک ہو گیا تھا اور اس امن وامان کی حالت کو دین کے مکمل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہو، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر مقصود نہ ہو اس کے جواب میں ہم فاروق اعظمؓ کے رونے کا واقعہ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اس سے یہ سب تاویلیں بالکل غلط ثابت ہوتی ہیں۔ ☆☆☆

# تحریکِ ختم نبوت.....آغاز سے کامیابی تک

قسط:۳۸

مسعود ساحر

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے اٹارنی جنرل محترم یحییٰ بختیار نے کہا کہ وہ (غلام احمد) بڑے ادب سے لیفٹیننٹ گورنر بہادر سے التجا کرتا ہے کہ اس کا خاندان پچاس برسوں سے آزمایا جاتا رہا ہے اور بلا کم وکاست گورنمنٹ (برطانیہ) کا پورا پورا وفادار ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کرے۔ لیفٹیننٹ گورنر بہادر اس پر اور اس کے پیروکاروں (جماعت) پر مزید کرم نوازی کرے، انہیں پورا تحفظ دے اور اس کے خاندان کی وفاداری کے پیش نظر جو کہ گورنمنٹ سے مفاد کی خاطر کی جاتی رہی ہے، اس کے ساتھ اور اس کی جماعت کے ساتھ ترجیحانہ سلوک کرے۔

جناب والا! یہ ایک نبی کی درخواست ہے لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے نام "نبی" کیا درخواست کرتا ہے کہ حضور والا اپنے ماتحت افسروں کو میرے ساتھ ترجیحانہ سلوک کرنے کا حکم دیں؟ یہ نبی تو لیفٹیننٹ گورنر کی سطح کے برابر بھی نہیں جو گورنر کی منتیں سماجتیں کر رہا ہے کہ وہ اپنے ماتحت افسروں کو ایسا سلوک کرنے کی ہدایت دے۔ مجھے کہنا نہیں چاہئے کہ یہ وہ شخص (غلام احمد) ہے جو کہتا ہے کہ میں تمام نبیوں سے (نعوذ باللہ) بہتر ہوں۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام
(نزول مسیح ص:۹۹، روحانی خزائن ج:۱۸)

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم
عیسیٰ کجا است تابنہد بمنبرم
(ازالہ اوہام، ص:۱۵۸)

ان اشعار کو تخلیق کرنے والا لیفٹیننٹ گورنر سے التجائیں کر رہا ہے کہ: "وہ مجھ سے اچھا برتاؤ کریں، اس خودکاشتہ پودے کی حفاظت کے لئے اپنے ماتحت افسروں کو ہدایت دیں۔" یہ کہا تھا؟ "آپ کا خود ساختہ پودا" اس کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا ناصر سے میں نے بہت سے سوال کئے۔ مرزا ناصر کا کہنا تھا کہ: "اس سے صرف مرزا غلام احمد کا خاندان مقصود تھا۔"

ملاحظہ فرمائیں: ایک نبی گورنمنٹ سے اپنے خاندان کے لئے منتیں کر رہا ہے، جبکہ ایک عام انسان زمین وآسمان ہلا کر رکھ سکتا ہے اور یہ ایک نبی ہے کہ اپنے تحفظ اور امداد کے لئے دنیاوی کے آگے گھٹنے ٹیک رہا ہے، منتیں کر رہا ہے، میرے خاندان کو تحفظ دیں، میری جماعت کو تحفظ دیں: "دوسری طرف ہمیں (مسلمانوں) کہا جاتا ہے کہ: "اگر آپ اس (غلام احمد) کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کافر ہیں، پکے کافر۔" اگر مسلمانوں نے اس (غلام احمد) کے دعویٰ کے خلاف بغاوت کی تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی وجہ نہ بھی ہو تو صرف یہی ایک بات کہ وہ (غلام احمد) خود کو (نعوذ باللہ) "عین محمد" کہنے کا مرتکب تھا، ہر ذی وقار آدمی کے لئے اس کے خلاف بغاوت کے لئے کافی تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا فضیلت رکھتے ہیں۔ وہ انسان کامل رحیم وکریم، معظم و مکرم جو کہ ہر لحاظ سے اعلیٰ ترین ہستی ہیں، آپ کی مبارک زندگی پر ایک نظر ڈالیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو سراپا رحیم ہیں، اپنے بدترین دشمن پر بھی حد درجہ مہربان اور بڑے بڑے ظالم کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے نہیں رکتے۔ انہوں نے بھی یہ درخواست نہیں دی کہ "آئندہ بھی کبھی وحی کا اظہار نہیں کروں گا۔"

جناب والا مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ میں نے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں ان (قادیانیوں) کا نقطۂ نظر بھی بیان کروں گا، میں اس کی پوری کوشش کروں گا لیکن آپ جانتے ہیں تصویر کا دوسرا رخ دکھانے کے لئے یہ کہنا پڑتا ہے، اس وقت سے اس ملک میں ناچاقی چلی آرہی ہے، چونکہ میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے اور ابھی میں نے بہت سی باتوں کا ذکر کرنا ہے، اس لئے میں اس پر تبصرہ نہیں کروں گا۔

جناب والا! اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں جو زیادہ اہم ہے۔ میں وہ نکات اکٹھا کروں گا، جو یہ ہیں: "مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو نہ ماننے کے اثرات اور اس دعویٰ کے مسلمانوں پر اثرات اور ردعمل۔" اس موضوع پر معروضات پیش کرنے سے قبل میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مرزا ناصر کے ساتھ مجھے خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں ایک دو واقعات میں سرسری طور پر ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ جناب والا! مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد حکیم

نور الدین پہلا ”خلیفہ“ مقرر ہوا۔ سوائے اس بات کہ وہ (نور الدین) ”خلیفہ اول“ تھا اور کوئی چیز اس کے بارے میں ریکارڈ پر نہیں آئی۔ وہ ایک خاموش طبع آدمی معلوم ہوتا، اس کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا گیا، مگر حکیم نور الدین کی موت کے بعد قادیانیوں کے اندر اختلاف پیدا ہوگیا اور دو گروپ لاہوری اور قادیانی یا ربوہ گروپ وجود میں آ گئے۔ جب بشیر الدین محمود کا انتقال ہوا تو مرزا ناصر نے بطور خلیفہ عہدہ سنبھال لیا۔ وہ کمیٹی کے روبرو پیش ہوا، میں نے اس کی اپنی ذات کے بارے میں ایک سوال کیا، جواب میں اس نے جو کچھ کہا وہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ قادیانی لٹریچر سے مل سکا ہے، وہ بھی میں پورے احترام کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ مرزا ناصر نے اپنے والد بشیر الدین محمود کی جگہ بطور ”خلیفہ سوم“ جماعت احمدیہ ۱۹۶۵ء میں عہدہ سنبھالا اور وہ قادیانی (ربوہ) گروپ کے سربراہ ہیں۔ مرزا ناصر ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے انسان ہیں، موثر شخصیت کے مالک ہیں، ایم اے (آکسفورڈ)، عربی، فارسی اور اردو کے بہت بڑے عالم ہیں۔ دینی معاملات پر گہری دسترس رکھتے ہیں۔ وہ قادیانی نوجوانوں کی تنظیم ”خدام احمدیہ“ کے سربراہ رہے ہیں۔ وہ ”مسیح موعود“ کے ”موعود پوتے“ ہیں۔ ان کے ”خلیفہ سوم“ کے تقرر سے اس پیش گوئی کی تکمیل ہوئی، جس میں کہا گیا ہے کہ: ”مسیح موعود کے تخت کا وارث اس کا پوتا ہوگا۔“ ان کا کہنا ہے کہ بائبل میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ ظہور ہوگا تو اس کا پوتا اس کے تخت (حکومت) کا وارث بنے گا۔ مرزا ناصر تا حیات ”خلیفہ“ منتخب ہوئے ہیں، اس کی دعوت تمام دنیا کے لئے ہے وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے رابطہ رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ”خلیفہ“ منتخب ہوئے ہیں، ان کی دعوت تمام دنیا کے لئے ہے۔

”خلیفہ“ منتخب ہونے سے پہلے مرزا ناصر ۱۹۴۴ء تا ۱۹۶۵ء ”تعلیم الاسلام“ کالج کے پرنسپل رہے ہیں۔ یہ کالج جماعت احمدیہ چلاتی ہے۔ ان کے پیروکار انہیں ”امیر المومنین“ کہہ کر پکارتے ہیں۔ مرزا ناصر کے بیان کے مطابق مرزا غلام احمد کے ”خلیفہ“ کا انتخاب ایک انتخابی ادارہ کرتا ہے جو کہ مختلف گروپوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ مرزا ناصر کے بطور ”خلیفہ“ انتخاب کے وقت یہ ادارہ پانچ سو نفوس پر مشتمل تھا، انہوں نے کوئی انتخاب نہیں لڑا، نہ ہی اس مقصد کے لئے کوئی کاغذات داخل کئے گئے۔ (”خلیفہ“ کے انتخاب کے وقت) دو نام ایک مرزا ناصر کا اور ایک مرزا غلام احمد کے خاندان میں سے تجویز ہوا، تاہم مرزا ناصر کا انتخاب متفقہ طور پر ہوا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ”خلیفہ“ کا انتخاب خدا کی قدرت اور مہربانی سے ہوتا ہے۔ اس لئے اس (خلیفہ کو) کو کسی ذہنی یا جسمانی معذوری کے سبب ہٹائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسے (خلیفہ) خدا کی طرف سے رہنمائی ملتی ہے۔ وہ جسمانی طور پر مفلوج یا بیمار ہوسکتا ہے مگر کبھی بھی ذہنی طور پر مفلوج نہیں ہوسکتا۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں احمدی آباد ہیں، وہاں جماعت احمدیہ کی شاخیں موجود ہیں۔ مرزا ناصر نے کہا کہ ان کی جماعت خالصتاً مذہبی تنظیم ہے۔ وہ (عیسائیوں کے) پوپ کی طرح اپنی مذہبی سلطنت کے سربراہ ہیں، ان کی ایک مشاورتی کونسل ہے جس سے وہ مشورہ کرتے ہیں، تمام فیصلے مشاورتی کونسل سے مشورے کے بعد کئے جاتے ہیں اور عام طور پر متفقہ طور پر ہوتے ہیں۔ تاہم وہ (خلیفہ) حرف آخر ہوتا ہے اور اسے اپنا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے، وہ مشاورتی کونسل کے فیصلے کو رد کرکے اپنا فیصلہ دے سکتا ہے۔ مختصراً اس کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ ”خلیفہ“ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوسکتی، کیونکہ اسے خدا تعالیٰ کی رہنمائی اور مہربانی حاصل ہوتی ہے۔

جناب والا! یہ وہ مقدس ہستی جب کمیٹی کے روبرو پیش ہوئی تو سوال پیدا ہوا، بہر حال میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گا کہ جو مرزا صاحب کی نبوت کو نہیں مانتے ان کے بارے میں انہوں نے کیا کہا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ایسے لوگ ”کافر“ ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس (مرزا ناصر) نے جواب دیا کہ کافر سے مراد ایسا شخص نہیں، جسے منحرف یا مرتد قرار دیا جائے یا ایسا تارک الدین شخص جسے اسلام کے دائرے سے خارج کرنا پڑے، بلکہ ایسے کافر سے مراد ایک قسم کا گناہگار ہے یا ثانوی درجے کا کافر کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے، اس لئے مرزا ناصر کے بقول ایسا شخص جو مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کرے، ملت محمدیہ کے اندر تو رہے گا، مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ یہ ایک ایسی بات ہے، جسے میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔ میں نے یہ کہنے کی انتہائی کوشش کی کہ جب ایک شخص کافر ہوجاتا ہے تو وہ کیسے دائرہ اسلام سے خارج ہے، مگر امت محمدیہ سے باہر نہیں؟ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ کئی روز تک ہم اس مشکل میں مبتلا رہے۔ جناب والا! آخرکار جب میں نے مرزا ناصر کو ”کلمۃ الفصل“ سے صفحہ ۱۲۶ کا حوالہ پڑھ کر سنایا اور اس اقتباس کا مطلب دریافت کیا: ”معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو بھی بعض اوقات اس بات کا خیال آیا کہ کہیں میری تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھ کر لوگ دھوکا نہ کھائیں جائیں، اس لئے کہیں کہیں بطور ازالہ غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ لکھ دیئے ہیں کہ وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں تا کہ جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اسے مدعی اسلام سمجھا جائے نہ کہ حقیقی مسلمان۔“ اس موقع پر میں نے مرزا ناصر سے دریافت کیا کہ ”حقیقی مسلمان“ سے کیا مراد ہے؟ اس نے اپنے محضر نامہ سے بھی سچے مسلمان کی

تعریف میں کافی زیادہ تفصیل بیان کی۔ مرزا ناصر نے کہا کہ حقیقی مسلمان کئی ایک ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا آج بھی ایسے حقیقی مسلمان کئی ایک ہیں، کیونکہ یہ بہت ہی مشکل تعریف ہے۔ مسلمان کی تعریف میں مرزا غلام احمد کو نبی ماننے یا نہ ماننے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے یہ خاصی مشکل تعریف ہے، تو تعریف کے پیش نظر ''سچے مسلمان'' کا وجود اس زمانے میں ہے؟ مرزا ناصر نے جواب دیا: ''ہاں سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔'' میں خود حیران تھا کہ ایسے ''سچے مسلمان'' کہاں پر ہیں؟ جب میں نے سوال کیا تو وہ (مرزا ناصر) سیدھا اور براہ راست جواب دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا تو پھر میں نے پوچھا کہ: ''کیا غیر احمدیوں میں کوئی ایک بھی، حقیقی مسلمان یا سچا مسلمان ہے؟'' تو اس (مرزا ناصر) نے جواب دیا کہ ''نہیں'' تو اس جواب پر بات ختم ہوگئی اور بحث انجام کو پہنچ گئی، کیونکہ ان (قادیانیوں) کے مطابق صرف وہی ''سچے مسلمان'' ہیں، باقی سب سیاسی مسلمان ہیں بلکہ نام کے مسلمان، جعلی مسلمان، جھوٹے مسلمان، جبکہ سچا مسلمان ایک اچھا مسلمان صرف قادیانی ہوسکتا ہے یا قادیانیوں میں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں، تو جناب والا! یہ ہے معاملہ جس پر غور ہوتا ہے پھر اسی کتاب (کلمۃ الفصل، ص:۱۱۰) میں مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے عیسیٰ کو نہیں مانتا، عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مانتا ہے، مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، نہ صرف کافر ہے بلکہ پکا کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

ان غیر مبہم الفاظ کے باوجود جن میں کہا گیا ہے کہ جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، مرزا ناصر کہتا ہے کہ: ''نہیں!'' جب وہ (مرزا بشیر) کہتا ہے کہ: ''دائرہ اسلام سے خارج ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نہ ماننے والا پیغمبر اسلام کی امت میں رہتا ہے۔'' یہ ایسا نکتہ ہے جو ہم کافی وقت مرزا ناصر سے سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں تا کہ کوئی صورت نکل سکے کہ وہ تمام مسلمانوں کو ''مسلمان'' کے زمرے میں شمار کریں۔ بالآخر کیا ہونا چاہئے، اس کا فیصلہ تو کمیٹی کو کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ یہ کہہ دیں کہ (غیر احمدی) مسلمان ہیں اور ہم کہیں وہ (احمدی) مسلمان ہیں تو دوسرے کو کافر کہنے کی فتویٰ بازی سے صرف نظر ہوسکے گا لیکن مرزا ناصر نے بڑے اکھڑ پن سے کہا کہ غیر احمدیوں میں کوئی حقیقی مسلمان نہیں، کوئی غیر احمدی شخص ''حقیقی مسلمان'' ہو ہی نہیں سکتا۔ (جاری ہے)

# عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

## تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

- ★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا
- ★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
- ★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیائیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے "اتمام حجت" ہے۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کرکے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کردیا ہے۔ جوکہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس "اتمام حجت" کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

## صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

061- 4783486
0300-4304277

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ملتان